۱۱؍جمادی الآخرہ ۱۴۴۴ھ/۴؍جنوری ۲۰۲۳ء میں سید العلماء حضرت سید آلِ مصطفیٰ مارہروی علیہ الرحمہ کے وصال کو پچاس سال پورے ہونے پر مرکزِ اہل سنت خانقاہ رضویہ درگاہِ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کی جانب سے حضرت سید العلماء کی مذہبی، مسلکی، علمی، فقہی، تنظیمی اور سماجی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے

ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا

سید العلماء نمبر

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے
یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ آباد
(سید العلماء)

مسلک احمد رضا کے وہ علمبردار تھے
جاں نثار اعلیٰ حضرت ،حضرت سید میاں
(نظمی میاں)

زیرِ اہتمام و سرپرستی
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ ریحانِ ملت پیرِ طریقت حضرت مولانا الحاج الشاہ
محمد سبحان رضا خان قادری سبحانی میاں
خانقاہِ عالیہ قادریہ رضویہ درگاہِ اعلیٰ حضرت بریلی شریف مدظلہ النورانی

پیشکش
نبیرۂ اعلیٰ حضرت (مولانا)
محمد احسن رضا قادری
سجادہ نشین درگاہِ اعلیٰ حضرت، صدر تحریک تحفظ سنیت بریلی شریف

ترتیب اور انتخاب مضامین
مفتی محمد سلیم بریلوی
مدیرِ اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت
استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام

جمادی الآخرہ/رجب ۱۴۴۴ھ

جنوری/فروری ۲۰۲۳ء

پیغام تشکر و امتنان

مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک سچے و مخلص محافظ و پاسبان تھے حضرت سید العلماء

حامدا و مصلیا و مسلما۔

ہمارے ملک ہندوستان میں اس وقت سنی مسلمانوں کا جو حال زار ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ اس دور میں نہ علماء متفق و متحد ہیں اور نہ ہی مشائخ کرام کا کوئی متحدہ محاذ و نظام قائم ہے۔ نہ خانقاہیں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اور نہ ہمارے بڑے تعلیمی ادارے ہم آہنگ ہیں۔ ہر طرف افراتفری ہے اور ہر سو نفسی نفسی ہے۔ ہر جگہ اختلاف وانتشار اور ہر طرف لامرکزیت، ہر جانب طوائف الملو کی اور ہر صف مضطرب و منتشر، کہیں مشربی اختلاف تو کہیں تنظیمی اختلاف، کسی جگہ خانقاہی اختلاف تو کسی علاقہ میں ذات و برادری کا اختلاف۔ غرض کہ ہندوستان کی مسلم اقلیت میں سب سے کثیر تعداد میں پائے جانے والے سنی حضرات چھوٹے چھوٹے طبقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک خانقاہ کا عقیدت مند دوسری خانقاہ کے عقیدت مند سے دست و گریباں، ایک مشرب کا ارادت مند دوسرے مشرب کے ارادت مند سے برسر پیکار، ایک ادارے کا فارغ التحصیل دوسرے ادارے کے فارغ التحصیل سے لڑنے بھڑنے پر آمادہ، ایک تنظیم سے وابستہ رضا کار دوسری تنظیم سے وابستہ افراد سے آمادۂ جنگ و جدال۔ سوشل میڈیا ہو کہ عام پلیٹ فارم، جلسوں کے اسٹیج ہوں یا مساجد کے محراب و منبر، بزرگان دین کے اعراس کی محفلیں ہوں یا عام مذہبی تقریبات۔ ہر جگہ ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالی جا رہی ہیں۔ ہر سطح پر ٹانگ کھینچی جا رہی ہے۔ اکابر علماء اور سادات کرام کی شان میں گستاخیاں کی جا رہی ہیں۔ ایسے میں یہ سمجھ ہی نہیں آتا کہ اس جماعت کی شیرازہ بندی آخر کیسے ہو؟ ساری خانقاہوں کو ایک پلیٹ فارم پر کس طرح لایا جائے؟ سبھی سنی علماء اور مشائخ کو ایک اسٹیج پر کس طرح جمع کیا جائے؟

ایسے میں دو شخصیتوں کی یاد بہت شدت کے ساتھ آتی ہے۔ ایک ہمارے نانا جان سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت سید العلماء مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان۔ ان دونوں بزرگوں کا ساتھ اہل سنت کے لیے کتنا بابرکت تھا، دونوں کی آپسی محبت والفت جماعت اہل سنت کے حق میں کتنی مفید تھی۔

یہ ان ہی دونوں بزرگوں کا کمال تھا کہ انہوں نے اپنے معاصر سبھی سنی سرخیل علماء کو ایک اسٹیج پر جمع کر لیا، یہ ان ہی کا روحانی اثر تھا کہ انہوں نے پوری جماعت اہل سنت کی کافی حد تک شیرازہ بندی کر کے سبھی کو ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' جیسی ملک گیر تنظیم کے بینر تلے جمع کر دیا۔ واقعی سرکار مفتی اعظم ہند اور حضرت سید العلماء کا یہ کارنامہ آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے کہ انہوں نے جماعتی اختلاف کو کبھی پنپنے نہ دیا۔ انہوں نے اپنے دور میں اٹھنے والے ہر داخلی فتنہ کو نہایت دانشمندی کے ساتھ پھیلنے سے پہلے روک دیا۔ حضرت سید العلماء کو اعلیٰ حضرت سے عشق تھا اور وہ ان کے خانوادے سے خوب پیار و محبت کرتے تھے۔ میرے والد گرامی حضرت ریحان ملت پر اپنی اولاد کی طرح شفقت فرماتے۔ جب بھی تشریف لاتے فرماتے: ''بیٹے رحمانی تم ہی رہو گے تم ہی''۔ انہوں نے پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت فرمائی۔ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ پر سختی سے عمل پیرا خود بھی رہتے اور دوسروں سے بھی عمل کراتے۔ وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے و مخلص محافظ و پاسبان تھے۔

۱۱ر جمادی الآخرہ ۱۴۴۴ھ/۴ر جنوری ۲۰۲۳ء میں ان کے وصال کو پورے پچاس سال ہو رہے ہیں۔ شہزادۂ امین ملت حضرت سید امان میاں قادری، ولی عہد سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کی خواہش پر عزیزی القدر مفتی محمد سلیم صاحب بریلوی زید مجدہ نے ''ماہنامہ اعلیٰ حضرت'' کی جانب سے حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کی بارگاہ سیادت و قیادت میں ایک نہایت ہی وقیع اور معنی خیز خصوصی شمارہ بنام ''سید العلماء نمبر'' تیار کر کے خراج عقیدت کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان کا یہ کارنامہ قابل تبریک اور لائق تحسین ہے۔ مجھے موصوف نے اس کی خبر اس وقت دی جب کہ میں ہسپتال کے آئی سی یو وارڈ میں بستر علالت پر تھا۔ سن کر بے ساختہ موصوف کے لیے دعائیہ کلمات نکلے۔ تین چار روز کی قلیل مدت میں انہوں نے تن تنہا شب و روز کی محنت سے مواد و مضامین جمع کر کے اپنے رفیق کار عزیزم مرزا توحید بیگ رضوی صاحب سے یہ خصوصی شمارہ کمپوز کرایا اور انتہائی خوش اسلوبی و شائستگی سے انہوں نے ''سید العلماء نمبر'' کی صورت میں یہ خوش رنگ گلدستہ تیار کرا کر پریس کے حوالہ کیا۔

اللہ رب العزت ان کو، ان کے رفیق کار کو اور تمام مضمون نگار حضرات کو جزائے خیر بخشے، ہم سب کو اس دور انحطاط اور عہد اختلاف وانتشار میں حضرت سید العلماء جیسا اخلاص وایثار، مذہب و مسلک کی فلاح و بہبود کا جذبۂ صادق اور سچی تڑپ و لگن عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہ

خادم مرکز اہل سنت خانقاہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفیض روحانی
حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ
محمد حامد رضا قادری
علیہ الرحمہ

سرپرست روحانی
احسن العلماء حضرت علامہ
سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں
علیہ الرحمہ
مارہرہ شریف

بفیض کرم
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ
محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری
علیہ الرحمہ

جلد نمبر ۶۳
شمارہ نمبر ۱،۲

بانی رسالہ
مفسر اعظم حضرت علامہ
محمد ابراہیم رضا قادری
"جیلانی میاں" علیہ الرحمہ

زیر سایۂ کرم
ریحان ملت حضرت علامہ شاہ
محمد ریحان رضا قادری
علیہ الرحمہ

جمادی الآخرہ/رجب ۱۴۴۴ھ
جنوری/فروری ۲۰۲۳ء
January
February
2023

کلام الامام - امام الکلام

شاہ برکات اے ابوالبرکات اے سلطان جود
بارک اللہ اے مبارک بادشا امداد کن
عشقی اے مقتول عشق اے خوبہایت عین ذات
اے زجاں بگزشتہ جاناں واصلا امداد کن
بے خدا و باخدا آل محمد مصطفیٰ
سیدا حق واجدا یا مقتدا امداد کن
اے حریم طیبہ توحید را کوہ اُحد
یا جبل یا حمزہ یا شیر خدا امداد کن
یا ابو الفضل آل احمد حضرت اچھے میاں
شاہ شمس الدین ضیاء الأصفیاء امداد کن
تاجدار حضرت مارہرہ یا آل رسول
اے خدا خواہ و جدا از ما عدا امداد کن
بے وسائل آمدن سوئے تو منظور تو نیست
زاں بہر محبوب تو گوید رضاؔ امداد کن

ترتیب اور انتخاب مضامین
مفتی محمد سلیم بریلوی
مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام

گوشہ ادارت

سید العلماء کے تحریری نوادرات

تاثرات و پیغامات

خوان مضامین

شارح مسلک اعلیٰ حضرت سید العلماء زندہ آباد

اداریہ:۔مفتی محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

مابعد تقسیم ہند: ہندوستان کی سرزمین پر انگریزوں کے تسلط سے پہلے عقائد اہل سنت، معمولات اہل سنت، خانقاہی رسم ورواج اور صوفیانہ افکار و نظریات کے چمنستان وگلستاں لالہ زار تھے۔ ہر سو اور ہر سمت خوش عقیدگی کی بہاریں تھیں۔ مسلم سلاطین ہند، صوفیائے کرام اور علمائے ملت اسلامیہ کی وجہ سے اس سرزمین پر قوم مسلم اپنی تہذیب و ثقافت، اپنی شریعت، اپنے شعائر اسلامیہ اور اپنی اسلامی شناخت کے اعتبار سے بہت مضبوط تھی۔ میدان علم و فن، میدان صنعت و حرفت، میدان سیاست، میدان جہاں بانی اور حیات زندگانی کے تمام شعبوں میں اسلام اور مسلمانوں کو حیرت انگیز غلبہ حاصل تھا۔

سرزمین ہند پر انگریزوں کے تسلط کے بعد سب سے زیادہ انگریزی ظلم وستم کا شکار مسلمانان ہند ہی ہوئے۔ انگریزوں کی مسلم مخالف منصوبہ بندی کی وجہ سے سرزمین ہند پر مسلمانوں کے عروج کا سورج غروب ہونے لگا۔ ہر میدان میں مسلمانوں کا غلبہ اور اس کے اثرات ختم کئے جانے لگے۔ امت مسلمہ ہندوستان کی سرزمین پر پستی کی دلدل میں دھکیلے جانے لگی۔ آزادی ہند تک یہ سلسلہ نہایت ہی شاطرانہ منصوبہ بندی کے ساتھ یوں ہی چلتا رہا۔

ملک ہندوستان کو جب انگریزوں سے آزادی حاصل ہوئی تو یہ ملک بھی دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ مسلمانوں کا انگریزوں کے ظلم وستم کے باوجود جو طبقہ تھوڑا بہت مضبوط بھی تھا وہ تقسیم ہند کی پاداش میں پڑوسی ملک پاکستان منتقل ہو گیا۔ آزادی ہند کے بعد ہندوستان کی سرزمین پر رہنے والے مسلمانوں کے اوپر دو بڑی مصیبتیں مسلط ہوئیں۔

☆ ہندوستان کے میدان سیاست، میدان صنعت و حرفت، میدان علم وفن اور میدان جہاں بانی سے مسلمانان ہند کی نمائندگی کا صفایا۔

☆ جماعت اہل سنت، عقائد اہل سنت اور معمولات اہل سنت کے خلاف گمراہ وبددین فرقوں، باطل عقائد اور گمراہ کن افکار ونظریات کا عروج۔

مجموعی طور پر یہ دو ایسی چیزیں تھیں کہ جن کی وجہ سے ہندوستان میں باقی رہ جانے والے اہل حق کافی نقصان اٹھا رہے تھے۔ تقسیم ہند اور اس کے ضمن میں ہونے والے فسادات ونقصانات سے ایک طرف مسلمانان ہند درد و کرب میں تو مبتلا تھے ہی وہیں دوسری طرف تقسیم ہند کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے اوپر بدعقیدگی کی اور بدعقیدوں کی چیرہ دستیوں کی صورت میں نمودار ہونے والی اس افتاد سے بھی وہ بے حد پریشان ومضطرب تھے۔ وہ مسلمان جو اس سرزمین پر اپنے لہلہاتے گلستاں کی معطر خوشبو سے سرشار رہتے تھے آج اپنی اس کس مپرسی کی حالت پر زار و قطار رو رہے تھے۔ کل تک جن کی شان وشوکت کا غلغلہ بلند تھا آج وہ اپنی زوال پذیر حالت پر نوحہ کناں تھے۔ کل تک اس سرزمین پر جن کے جاہ وحشمت کا طرہ بلند تھا آج وہ اپنی کلاہ افتخار کی پامالی پر مرثیہ خواں تھے۔

بدمذہبوں کی اہل سنت پر یلغار: تقسیم ہند کے بعد ہر میدان میں سب سے زیادہ نقصان جس کا ہوا وہ ہندوستان میں رہنے والے سنی صحیح العقیدہ مسلمان تھے جوان ہنگامی اور دہشت ناک حالات کی وجہ سے سراسیمہ بھی تھے اور مایوس بھی، خوفزدہ بھی تھے اور دہشت زدہ بھی۔ ہندوستان کے شہریوں کا اکثریتی طبقہ تو جو کچھ یہاں کے مسلمانوں کے ساتھ کر رہا تھا وہ اپنی جگہ مگر اسی ملک میں بنام مسلم رہنے والی اہل سنت کی حریف گمراہ جماعتیں خواہ وہ وہابی ہوں کہ دیوبندی، سلفی ہوں کہ نیچری، تبلیغی جماعت والے ہوں کہ جماعت اسلامی والے سب کے سب سنی مسلمانوں پر یلغار کر رہے تھے۔ ان گمراہ جماعتوں کی اپنی اپنی مضبوط و مستحکم تنظیمیں تھیں اور حکومت وقت کی بھی یہ جماعتیں چاپلوسی کرتی تھیں۔ جس کی وجہ سے سنی مسلمانوں، سنی اداروں اور سنی مسجدوں پر ان کی چیرہ دستیاں روز بروز بڑھ رہی تھیں۔ حکومتی مدد کے ذریعہ یہ جماعتیں ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں خاص کر ممبئ، کلکتہ، کانپور وغیرہ کے سنی اوقاف پر قابض ہوتی چلی جا رہی تھیں۔

ملک گیر سنی تنظیم کی ضرورت: ایسے حالات میں ضرورت تھی کہ اولاً جماعت اہل سنت کی شیرازہ بندی ہو، اہل خانقاہ متحد ہوں، سنیوں کا ایک متحدہ پلیٹ فارم تیار ہو، علمائے اہل سنت اور مشائخ اہل سنت کا ایک مضبوط و مستحکم محاذ قائم ہو۔ پھر اس کے بعد تمام خانقاہوں، سارے علمائے اہل سنت اور مشائخ اہل سنت کے ذریعہ تقسیم ہند کے بعد چھائی مایوسی اور سراسیمگی کی چادر میں لپٹی جماعت اہل سنت کے اعتماد کو بحال کیا جائے، ان کی شیرازہ بندی کی جائے، ان کے عقائد کو تحفظ فراہم کیا جائے، ان کے دینی، مسلکی، علمی اور شرعی معاملات کو مضبوط کیا جائے۔ مدارس اہل سنت کو مستحکم کیا جائے، خانقاہوں کی عظمت رفتہ کو بحال کیا جائے، علما و مشائخ کے وقار کو بلند کیا جائے، شعائر اسلام کی حفاظت و پاسبانی کی جائے اور مسلمانان ہند کے سیاسی، سماجی، مذہبی، عائلی، معاشی اور تعلیمی مسائل کی آواز کو ایک متحدہ پلیٹ فارم سے حکومت ہند کے سامنے بلند کیا جائے۔

اہل سنت کی سرخیل ہستیوں کا تاریخ ساز اجلاس: اس سلسلہ میں اس وقت جماعت اہل سنت کی مقتدر اور حساس ذہن وفکر اور اہل سنت کے مسائل پر دھڑکتا دل رکھنے والی چند اہم شخصیات ممبئ کی سرزمین پر جمع ہوئیں جن میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند، محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی، برہان ملت حضرت علامہ برہان الحق صاحب جبل پوری، مظہر اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ حشمت علی خاں صاحب پیلی بھیتی، غازی ملت حضرت مولانا محمد محبوب علی خاں صاحب، مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسوی، امین ملت حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، حافظ ملت حضرت علامہ عبد العزیز صاحب مرادآبادی، محبوب ملت حضرت مولانا محمد محبوب صاحب، مناظر اہل سنت حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب، محسن ملت حضرت علامہ قاضی احسان الحق صاحب، زعیم ملت حضرت مولانا خواجہ نظام الدین صاحب، پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی جیسی سربرآوردہ شخصیات کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان تمام شخصیات کے ساتھ ہندوستان کے گوشے گوشے سے سیکڑوں علماء ومشائخ جمع ہوئے اور ایک ملک گیر تنظیم کا خاکہ بنانے پر غور وخوض شروع ہوا۔

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے قیام کا پس منظر: ممبئ

کی سرزمین پر ان علماء و مشائخ کے جمع ہونے کی تحریک وصورت یہ ہوئی کہ ممبئ اہل سنت کا ہمیشہ سے بہت بڑا مرکز رہا ہے۔ وہابیوں کا وہاں کوئی زور نہیں چل پاتا تھا۔ دیوبندیوں اور وہابیوں کے بڑے بڑے سرغنہ وہاں گئے مگر اہل سنت کے اس مضبوط قلعہ میں سیندھ نہ لگا سکے۔ آزادی ہند کے وقت مسلم لیگ کا اثر ورسوخ جب بڑھا اور ہندوستان کے کچھ غیر دانشمند لوگ مطالبۂ پاکستان کے لیے سردھڑ کی بازی لگانے لگے تب ان احتجاجات اور جلسوں کے انعقاد پر وہابی سنی کا امتیاز ختم ہونے لگا۔ دانشمند اور مخلص سنی علماء ان جذباتی معاملات کے پردے سے باہر آنے والے باطل عقائد، صلح کلیت اور وہابیت کے خطرات کو بخوبی محسوس کر رہے تھے اور اس سلسلہ میں عوام اہل سنت کو متنبہ بھی کر رہے تھے۔ مگر جذبات کے اس اندھے سیلاب کی رو میں ان علماء کی باتوں پر کوئی کان دھرنے کو تیار نہیں تھا، علما کی گرفت عوام پر ڈھیلی پڑتی جارہی تھی۔

اس دور جذبات کا اندازہ ہم اپنے آج کے دور سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ آج بھی جذبات کی رو میں بہہ کر عوام تو عوام کچھ خواص بھی یہ کہنے لگے ہیں کہ آج کے مسلم مخالف ہوش ربا ماحول میں سنی دیوبندی اور وہابی سب کو ایک ہوکر مسلم مسائل پر آواز اٹھانی چاہیئے۔ آج بھی اگر کوئی عالم دین یہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ دیوبندیوں اور وہابیوں سے ہمارا کسی بھی طرح سے اتحاد، ان کے ساتھ مل کر جلسوں کا انعقاد اور ان کے ساتھ ہم سنیوں کا متحدہ محاذ یہ سنیوں کے لیے ہی ہمیشہ خطرناک ثابت ہوا ہے تو ایسے عالم دین کو آج بھی یہ جذباتی لوگ برا کہتے ہیں اور اس کے خلاف واویلا مچاتے ہیں۔ اس وقت بھی ممبئ کی سرزمین پر یہی سب کچھ ہوا تھا اور اس متحدہ سنی وہابی محاذ کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ اہل سنت کی مرکزی مساجد پر وہابی امام مسلط ہونے لگے حالات یہاں تک خراب ہوئے کہ غازی ملت حضرت علامہ محبوب علی خاں علیہ الرحمہ کو مدن پورہ ممبئ کی بڑی مسجد سے جبراً امامت سے الگ کرنے کے لیے وہابیوں نے مسلح طور پر حملہ کر دیا۔ اللہ کی مدد کام آئی اور سنیوں میں سے کچھ بہادر نوجوان سامنے آئے اور اس لڑائی میں وہابیوں کا سرغنہ ''حاجی جیوا'' مارا گیا۔ دیوبندیوں اور وہابیوں کو جب اس شکست کا سامنا کرنا پڑا تو ان کے بڑے بڑے سرمایہ دار لوگوں نے رشوت دے کر غازی ملت حضرت علامہ محبوب علی خاں صاحب پر قتل کا مقدمہ دائر کر دیا۔ ان کی تنظیموں نے مال و دولت اور اپنے سیاسی اثر ورسوخ کے ذریعہ غازی ملت کو پھانسی کی سزا دلوانے کی پیروی شروع کر دی۔ اس وقت اہل سنت سخت کس مپرسی کی حالت میں تھے۔ اس وقت اہل سنت کی ایک ملک گیر تنظیم کی سخت ضرورت محسوس ہوئی اور اس وقت ممبئ کی سرزمین کے ان مشکل حالات کے بطن سے ایک آواز اٹھی اور پھر تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے مذکورہ بالا سارے علماء و مشائخ ممبئ کی سرزمین پر جمع ہوئے اور اہل سنت کی ملک گیر تنظیم ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کا خاکہ تیار ہوا۔

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کا قیام اور صدر کا انتخاب:

کئی نشستوں اور کافی غور وخوض کے بعد تمام عمائد اہل سنت نے سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کو قائم کر دیا۔ مذکورہ علماء و مشائخ کے مشورے سے ۱۹۵۸ء میں ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کا قیام تو عمل میں آ گیا مگر اب سب سے بڑا جو مسئلہ تھا وہ یہ کہ اس کی صدارت وقیادت کی ذمہ داری کسے سونپی جائے۔ یہ مسئلہ نہایت نازک بھی تھا اور حساس بھی۔ اگر قیادت وصدارت کے سلسلہ میں اس وقت کوئی غیر

دانشمندانہ فیصلہ واقدام ہو جاتا تو ہمارے ایسے ایسے جید اور جلیل القدر علماء کی محنت رائیگاں ہو جاتی۔ اس وقت پورے ملک میں اہل سنت کے اندر اپنی ایک مضبوط اور ملک گیر تنظیم قائم کرنے کا جو جذبہ بیدار ہوا تھا وہ سرد پڑ جاتا۔ ایسے وقت میں سارے علماء و مشائخ اور اکابر اہل سنت نے سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منشاء و مشورے سے خلوص وللّٰہیت، فکر وآگہی، جرأت و بے باکی اور ذہانت ودانشمندی کے اس عظیم علمی، روحانی اور تنظیمی شاہکار کو ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کی قیادت وصدارت سونپی کہ جنہیں دنیا سید العلماء آل مصطفیٰ اولاد حیدر عرف سید میاں کے نام سے جانتی ہے، جو مؤرخہ ۲۵؍رجب ۱۳۳۳ھ/ ۹؍جون 1915ء بروز بدھ روحانی تاجداروں کی بستی مارہرہ مطہرہ میں پیدا ہوئے تھے، اس عظیم ہستی نے سید حیات النبی آل عبا بشیر حیدر اور صاحب عرس قاسمی حضرت سیدنا ابوالقاسم اسمٰعیل حسن مارہروی علیہ الرحمہ کی شہزادی اور ممدوح اعلیٰ حضرت، تاج العلماء حضرت علامہ مفتی محمد میاں برکاتی علیہ الرحمہ کی چھوٹی بہن سیدہ اکرام فاطمہ عرف شہر بانو کے گھر میں آنکھیں کھولی تھیں۔ یہی وہ ذہین وفطین شخصیت ہے کہ جس نے ۹؍سال کی عمر میں تقریباً ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء کو قرآن کریم حفظ کر کے ''حافظ میاں'' کی عرفیت حاصل کی تھی۔ یہی وہ عظیم قائد ہے کہ جس نے روحانیت کے تاجداروں کی آغوش اور قادریت کے مے خانے میں شعور وآگہی کی دہلیز پار کی تھی۔ یہی وہ عظیم مدبر ہے کہ جو حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ کے حکم پر اجمیر مقدس ''مدرسہ معینیہ'' کے موجودہ صدر المدرسین، مصنف بہار شریعت، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں تحصیل علم وفن کے لیے جب پہنچا تو اجمیر مقدس کے ریلوے اسٹیشن پر حضرت صدر الشریعہ نے اپنے جلیل القدر تلامذہ کے ساتھ بنفس نفیس ان کا خیر مقدم کیا اور نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ مدرسہ معینیہ اپنے ساتھ لے گئے۔ یہی وہ عظیم مفکر وحکیم ہے کہ جس نے درس نظامی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جا کر علم طب حاصل کیا اور کافی زمانہ تک خانقاہ شریف کے سامنے سڑک پر جو بڑا گیٹ ہے اس کے اوپر اپنا مطب چلاتا رہا۔ یہی وہ عظیم داعی ومبلغ ہے کہ جو ۱۹۴۹ء میں مسجد کھڑک کے ٹرسٹیوں کی گزارش پر ممبئی کی سرزمین پر تشریف لا کر تا حیات جماعت اہل سنت کی شیرازہ بندی، مذہب اہل سنت کی ترویج واشاعت، عقائد اہل سنت، معمولات اہل سنت کی نشر واشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تشریح وتوضیح کرتا رہا اور دنیا والوں کو حب رسول، تحفظ ناموس رسالت۔ تحفظ عظمت اولیائے کرام، احترام مشائخ اہل سنت کا درس اور عشق اعلیٰ حضرت کا جام پلاتا رہا۔ یہی وہ عظیم شارح مذہب اہل سنت یعنی شارح مسلک اعلیٰ حضرت ہے کہ جس نے بہت پہلے اس مسلک کی تشریح و توضیح، اس مسلک کے اہداف ومقاصد اور اس کی جامع ومانع تعریف کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ:

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے
یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ آباد

حضرت سید العلماء کی قائدانہ بصیرت: اس وقت ہمارے علماء ومشائخ نے واقعی بہت ہی دور اندیشی بھرا اور بہترین فیصلہ کیا تھا۔ بلاشبہ حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ اس عہدے کے بجا طور پر مستحق بھی تھے اور صالح بھی۔ آپ نے اس عظیم تنظیم وجماعت کی قیادت سنبھالنے کے بعد مسلمانان اہل سنت کے جملہ دینی و سیاسی، سماجی، تعلیمی اور اقتصادی معاملات کو نہایت ہی دانشمندانہ

انداز میں حکومت کے سامنے اٹھایا، اہل سنت کی شیرازہ بندی اور اہل سنت کو تقسیم ہند سے پہنچنے والے نقصانات کی مایوس کن فضا سے نکالنے کے لیے کامیاب ترین انداز میں بیداری مہم چلائی۔ آپ نے ممبئی میں یوم میلاد مصطفیٰ کے جشن کی ابتدا کے ساتھ جشن غوثیہ کا بھی آغاز فرمایا۔ اہل سنت کے اس دور میں جتنے بھی مخلص اور محبین اعلیٰ حضرت علماء ومشائخ اور ارباب خانقاہ تھے ان سب کو ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کے بینر تلے پہلے ممبئی اور پھر کانپور کی سرزمین پر جمع کر کے ایسی دو تاریخ ساز کانفرنسیں کیں کہ جن کی نظیریں دیکھنے کے لیے آج تک ہماری نگاہیں ترس رہی ہیں۔

مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسوی علیہ الرحمہ کو جب سعودی حکومت نے ۱۹۶۳ء میں گرفتار کرلیا تو آپ نے ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کے بینر تلے سرزمین ممبئی پر ایک زبردست احتجاج کیا اور اس سلسلہ میں اس وقت کے وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو کو بہت ہی سخت خط لکھا جو کانپور کے اخبار ''سیاست جدید'' کے ساتھ دیگر اردو اخبارات میں بھی شائع ہوا۔

سید العلماء کی دانشمندی: آپ چونکہ بہت ذہین وفطین بھی تھے اور قوی الحافظہ عالم دین بھی، خانقاہی وجاہت کے حامل بھی تھے اور مسائل شریعت کے واقف کار بھی، بے مثال مناظر بھی تھے اور سحر انگیز خطیب بھی، جری و بے باک بھی تھے اور مدبر و دانشور بھی، مصنف بھی تھے اور میدان سیاست پر گہری نظر رکھنے والے مفکر بھی۔ کس طرح عوام اہل سنت کو افتراق وانتشار سے بچایا جائے اور کس انداز میں اہل سنت کا دبدبہ قائم کیا جائے؟ یہ آپ بخوبی جانتے تھے۔ آپ کی دانشمندی کی ایک چھوٹی سی نظیر یہ ہے کہ ممبئی کی سرزمین پر سنیوں کی مسجدوں میں عام طور پر دین وشریعت سے کم واقفیت رکھنے والے ٹرسٹی شامل تھے۔ جن کی ضد یہ تھی کہ مسجدوں میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز ہونی چاہیئے۔ کچھ ٹرسٹی تو اتنے ضدی تھے کہ اگر کوئی سنی عالم لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے سے منع کر دیتا تھا تو وہ اس سنی عالم دین کو ہٹا کر وہابی امام رکھ لیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ نے یہ حل پیش کیا کہ لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ مکبرین بھی رکھے جائیں اور نمازیوں کو یہ ہدایت کر دی جائے کہ وہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع اور سجود وغیرہ نہ کریں بلکہ مکبرین کی تکبیرات پر رکوع و سجود وغیرہ کریں۔ امام کے لیے یہ حل پیش فرمایا کہ امام بالقصد لاؤڈ اسپیکر میں آواز نہ ڈالے بلکہ لاؤڈ اسپیکر سے صرف نظر کر کے نماز پڑھائے تو اس کی نماز ہو جائے گی اگر چہ لاؤڈ اسپیکر اس کی آواز خود ہی جذب وکھینچ کر کے دور تک پھیلا دے۔

چونکہ آپ ممبئی کی رویت ہلال کمیٹی کے صدر بھی تھے جس کا بنیادی ضابطہ یہ تھا کہ بلاتفریق مسلک سارے مسلمان اسی رویت ہلال کمیٹی کے اعلان پر چاند کا ثبوت مانیں گے۔ وہابی اور دیوبندی ہمیشہ اس تاک میں رہتے تھے کہ کسی طرح سید العلماء علیہ الرحمہ کو رویت ہلال کمیٹی سے برطرف کرادیں مگر آپ اپنی وجاہت وجلالت کی وجہ سے دوسرے مذاہب کے گمراہ مولویوں کو دبائے رکھتے اور ہمیشہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ شرعی طریقہ پر ہی رویت ہلال کا اعلان کرتے۔ ایک مرتبہ غیر مقلد مولوی مختار احمد نے چند غیر مقلدوں کا بیان لے کر ۲۹/رمضان المبارک کو رویت کا اعلان کر دیا اور یہ حکم جاری کر دیا کہ کل عید ہے۔ حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ نے کمیٹی کے تمام ارکان کو فوری طور پر جمع کیا اور ان کے ذریعہ مولوی مختار کو کمیٹی کے سامنے طلب کرلیا۔ آپ نے خود جرح نہ کر کے نہایت دانش مندی کے ساتھ رویت ہلال کمیٹی کے ایک رکن

ضیاء الدین بخاری کو آگے کر دیا۔اس نے غیر مقلد وہابی مولوی سے جرح وقدح کر کے اس کے اعلان کو رد کر دیا۔ اس طرح ممبئی کے مسلمانوں کو آپ نے انتشار سے بھی بچالیا اور اہل سنت کے دبدبہ کو قائم رکھتے ہوئے اس طرح کی فضا پیدا کر دی کہ وہابی غیر مقلد مولوی خائب وخاسر ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت سے سید العلماء کا والہانہ عشق: سید العلماء علیہ الرحمہ کو ''چشم و چراغ خاندان برکات'' سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے والہانہ لگاؤ اور عشق تھا۔اس کی کئی وجوہات ہیں۔پہلی تو یہی کہ اعلیٰ حضرت سچے عاشق رسول اور زبردست محافظ اہل سنت ہیں، پھر یہ کہ آپ نے اپنے نانا جان حضرت صاحب عرس قاسمی اور اپنے ماموں جان حضرت تاج العلماء کو اعلیٰ حضرت سے بے پناہ محبت کرتے دیکھا اور سنا۔ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ برادر شمس مارہرہ، سید شاہ آل برکات حضرت ستھرے میاں علیہ الرحمہ کے پرپوتے اور خانقاہ برکاتیہ کی ایک گدی کے سجادہ نشین حضرت سید ارتضا حسین پیر میاں قادری علیہ الرحمہ نے یکم مارچ ۱۹۴۳ء کو حضرت سید العلماء کے لیے اپنا سب کچھ لکھ کر انہیں اپنا وارث و جانشین بنانے سے متعلق جو دستاویز تحریر فرمائی تھی اس کے اخیر میں انہوں نے حضرت سید العلماء کو یہ وصیت کی تھی کہ:

''حضرات بدایوں (مدرسہ قادریہ بدایوں کے ارباب) تمہارا ساتھ نہ دیں گے۔ان کے دلوں میں جو کاوشیں ہیں وہ ان کو حق کا ساتھ دینے سے سد راہ ہو رہی ہیں۔۔۔۔میرا خیال ہے حضرات بریلی (خانوادۂ رضویہ اور شہزادگان اعلیٰ حضرت) تو مثل بدایوں نہ ہوں گے۔وہ کم سے کم تمہارا ساتھ دیں گے اور حق کہیں گے۔''
(سید ین نمبر، مضمون شہزادۂ سید العلماء حضرت نظمی میاں ص ۴۸۱)

اس وصیت کا بھی اثر تھا کہ حضرت سید العلماء اعلیٰ حضرت سے محبت کرتے اور ان کے گھرانہ سے خوشگوار تعلقات رکھتے۔

محبت اعلیٰ حضرت کے تعلق سے محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری اپنا ایک مشاہدہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''حضور سید العلماء کو اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت سے بہت والہانہ لگاؤ تھا۔جب آپ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ذکر فرماتے تو انداز بیان اس قدر مؤثر اور رقت انگیز ہوتا کہ آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔۔۔۔ (ہوڑہ کلکتہ ۱۹۷۲ء میں) آپ نے اعلیٰ حضرت اور تعلقات خانقاہ برکات وتربیت شاہزادگان مارہرہ مقدسہ پر کسی قدر تفصیل سے گفتگو شروع کی۔انداز بیان بہت ہی اثر انگیز تھا کہ پوری مجلس اشک بار تھی اور ساون بھادوں کا سماں بندھ گیا تھا''۔(سید ین نمبر ص ۳۴)

حضرت سید العلماء کے شہزادے حضرت سید آل رسول حسنین نظمی میاں مارہروی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ

''میرے والد ماجد سید العلماء مولانا مفتی حافظ قاری الحاج سید آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان اعلیٰ حضرت کے سچے عاشق تھے۔اکثر فرمایا کرتے تھے: ''علمائے متقدمین وفقہاو محدثین کا علم واجتہاد اور ان کی عظمت وفضیلت سرآنکھوں پر۔ہمیں تو اپنے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں''۔

امین ملت حضرت سید امین میاں، مدظلہ النورانی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ اپنے تایا جان حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کے تعلق سے یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''عم محترم حضور سید العلماء نے اپنی پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے لیے وقف فرمادی۔خاندان برکاتیہ کا بچہ بچہ اعلیٰ حضرت کا شیدائی ہے۔ہماری نجی مجالس ہوں یا عوامی جلسے ہر

جگہ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت ہی ہم لوگوں کا مطمح نظر ہوا کرتا ہے اس ضمن میں اپنے عم محترم حضور سید العلماء قدس سرہ کا یہ شعر مجھے بار بار یاد آرہا ہے ۔

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے
یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ آباد''

شہزادۂ سید العلماء حضرت نظمی میاں علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت سے اپنے والد محترم کی محبت والفت کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''امام احمد رضا سید میاں (سید العلماء) کی سب سے بڑی کمزوری تھے۔ اعلیٰ حضرت کا نام آتے ہی بے قرار ہو جاتے،تڑپ اٹھتے۔۔۔سید میاں نے اپنی ساری زندگی مسلک برکاتیت کے نقیب اور مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبردار کی حیثیت سے گزار دی۔امام احمد رضا کا ذکر سید میاں کی حرز جان تھا۔ایک منقبت میں یوں کہتے ہیں ۔

سنیوں کا پیشوا احمد رضا خاں قادری
مومنوں کا مقتدا احمد رضا خاں قادری
ہیں محمد مصطفیٰ محبوب رب العالمین
اور حبیب مصطفیٰ احمد رضا خاں قادری
لے کے سایہ تونے سر پر محی دین پاک کا
دین حق زندہ کیا احمد رضا خاں قادری
اس صدی میں دین احمد کا مجدد تو ہوا
یہ شرف تجھ کو ملا احمد رضا خاں قادری
ہیں اکابر کے جو خاتم حضرت آل رسول
ان سے تو بیعت ہوا احمد رضا خاں قادری
ہو کے بیعت پھر خلافت کا شرف حاصل کیا
پیر کا ثانی بنا احمد رضا خاں قادری
خاندان برکت اللہی کا تو چشم و چراغ
ہو گیا ہاں ہو گیا احمد رضا خاں قادری
علم تیرا در حقیقت بحر ناپیدا کنار
ہے عطائے مصطفیٰ احمد رضا خاں قادری
ندویت کے قلعے بھی تونے گرائے سب کے سب
سر ترے سہرا رہا احمد رضا خاں قادری
سنیت پر دیو کے بندوں کے نرغے جب ہوئے
لے کے تو نیزہ چلا احمد رضا خاں قادری
ذوالفقار حیدری کا جاں نشیں تیرا قلم
مظہر مشکل کشا احمد رضا خاں قادری
شیر گوئی مقصد سیدؔ نہیں اس نظم میں
بس وہ مادح ہے ترا احمد رضا خاں قادری''

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر وہابیوں،دیوبندیوں یا حاسدین کی طرف سے جب بھی کوئی حملہ ہوتا تو حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ فوری طور پر اس کے دفاع کے لیے میدان میں اتر پڑتے۔حضرت نظمی میاں علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ سے سید میاں کی والہانہ محبت کا ثبوت سید میاں کا وہ نادر رسالہ ہے جو''فیض تنبیہ'' کے تاریخی نام سے ۱۹۴۷ء میں دارالاشاعت برکاتی مارہرہ مطہرہ سے شائع ہوا۔ہوا یوں کہ سید میاں ان دنوں علی گڑھ طبیہ کالج میں حکمت کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔کسی کام کے سلسلہ میں مارہرہ شریف آئے تو حضور تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ کے پاس ایک رسالہ نظر پڑا جس میں کچھوچھہ مقدسہ کے ایک بزرگ کے ایک مرید نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے''قصیدۂ معراجیہ'' پر تنقید کی تھی۔سید

میاں کو کہاں برداشت کہ کوئی ان کے اعلیٰ حضرت کی شان میں ذرا بھی گستاخی کرے۔اسی رات اس تنقید کا جواب لکھ کر اپنے خال محترم (ماموں جان حضور تاج العلماء) کے حوالہ کیا۔''

سید العلماء اور دیابنہ کے طواغیت اربعہ کی تکفیر: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیوبندیوں کے سرغنہ مولویوں کی گستاخانہ عبارات کو ان کی کتابوں سے نکال کر علمائے حرمین طیبین کے سامنے پیش کیا، علمائے حرمین طیبین نے ان عبارات کو دیکھ کر ان سب کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری کیا۔اعلیٰ حضرت نے قاسم نانوتوی خلیل انبیٹھوی ،رشید گنگوہی اور اشرفعلی تھانوی کی شان الوہیت و رسالت میں لکھی گئیں گستاخانہ عبارات اور ضروریات دین کے انکار پر مشتمل تحریروں کو دنیا کے سامنے اجاگر کیا اور اپنے بہت سے فتاویٰ میں ان کی تکفیر کا حکم جاری فرمایا۔حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس موقف کے کس قدر موید و مصدق تھے اس کا اندازہ شہزادۂ سید العلماء حضرت سید نظمی میاں مارہروی علیہ الرحمہ کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے:

''سید میاں کا ایک فتویٰ عقائد کے تعلق سے ملاحظہ ہو:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں ختم نبوت بہ معنی پچھلے اور آخری زمانہ کی نبوت کا حضور اقدس ﷺ کے لیے انکار کیا اور اس کو خیال عوام بتایا اور حضور اقدس ﷺ کے زمانۂ مبارکہ بلکہ بعد عہد مقدس بھی نئے نبی کی آمد کو ختم نبوت محمدیہ میں غیر مخل کہا۔مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب ''براہین قاطعہ'' میں شیطان کے علم کو سرور عالم ﷺ کے علم مبارک سے وسیع (زیادہ) لکھا اور اس کی تصدیق و تائید مولوی رشید احمد گنگوہی نے کی۔مولوی اشرفعلی تھانوی نے اپنی کتاب ''حفظ الایمان'' میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک کو زید و عمر، بچوں، پاگلوں بلکہ چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی۔ان چاروں وہابی مولویوں کے انہی عقائد کفریہ قطعیہ کی بنا پر ان چاروں کو علمائے حرمین مطہرین نے ''حسام الحرمین شریفین'' میں اور ۲۶۸/علمائے ہندوسندھ نے کتاب مستطاب ''الصوارم الہندیہ'' میں ایسا کافر و مرتد ٹھہرایا کہ جو ان چاروں کے ان عقائد کفریہ پر شرعی علم و اطلاع رکھتے ہوئے بھی ان کو کافر و مرتد نہ جانے، یا ان کے کفر و ارتداد میں شک کرے یا ان کو کافر و مرتد کہنے میں توقف کرے وہ خود بھی بحکم شرع مطہر کافر و مرتد ہے۔حضور پرنور سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، مجدد دین وملت مولانا مولوی حافظ وقاری مفتی الحاج شاہ عبد المصطفیٰ محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی آل رسولی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو دین اسلام و مذہب اہل سنت کے عقائد مبارکہ اپنی مبارک کتابوں میں تحریر فرمائے وہ سب حق وصواب ہیں اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ (جل و علا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مطابق و موافق ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی

خطیب مسجد کھڑک بمبئی ۹۔۔۔۔۔۔۲۱/محرم الحرام ۱۳۷۳ھ پنج شنبہ''

کہنے کو تو یہ ایک فتویٰ ہے مگر جہاں پر حضرت سید العلماء نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا ذکر کیا ہے وہ انداز کتنا والہانہ ہے اور کیسا دلکش ہے اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔جن القاب و آداب کے ساتھ حضرت سید العلماء نے اپنے اعلیٰ حضرت کا تذکرہ فرمایا ہے اس سے ان نوخیز سنی مولویوں کو سبق لینا چاہیئے جو اعلیٰ حضرت کا ذکر ''مولانا احمد رضا'' کہہ کر کرتے ہیں۔

بلاشبہ حضرت سید العلماء مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک سچے علمبردار اور

بہترین شارح تھے۔اس سلسلہ میں ان کے شہزادے حضرت سید نظمی میاں صاحب نے کتنی اچھی بات کہی ہے۔

مسلک احمد رضا کے وہ علمبردار تھے
جاں نثار اعلیٰ حضرت ،حضرت سید میاں
تھی زباں بے خوف ان کی اور قلم بے باک تھا
قول وفعل و حال میں احمد رضا سید میاں

مسلک اعلیٰ حضرت کی حضرت سید العلماء نے کس طرح ترجمانی کی اور اس مسلک کو دنیا والوں تک کس قدر شرح وبسط کے ساتھ پہنچایا اس کا اندازہ ''البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی علیگڑھ'' کے جوائنٹ سکریٹری اور سید العلماء علیہ الرحمہ کے حقیقی نواسے، محترم ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی بدایونی صاحب کے اس شعر سے لگایا جاسکتا ہے۔

وقف کیا تن من دھن دیں پر، اچھے ستھرے رہبر تھے
شارح مسلک اعلیٰ حضرت، سید العلماء زندہ آباد

اعلیٰ حضرت کے حاسدین ومخالفین سے دوری: انسان جس سے محبت کرتا ہے تو اس سے متعلق ومنسوب ہر شئ اس کے نزدیک محبوب وپیاری ہوتی ہے۔اپنے محبوب وممدوح سے قریبی تعلق رکھنے والوں کو وہ اپنا قریبی سمجھتا ہے اور ان سے عداوت،حسد، اختلاف اور خلاف رکھنے والوں سے یہ بھی دور ونفور رہتا ہے۔چونکہ حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کے عاشق، ان کے مادح، ان کے افکار ونظریات اور ان کے فتاویٰ کے حامی، متبع، موید اور شارح تھے۔ بلکہ بقول ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی: ''ہندوستان کے خطہ خطہ تک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے افکار و نظریات اور ان کے مشن ''تحفظ ناموس رسالت'' اور ''تحفظ عظمت اولیائے کرام'' کو ہندوستان کے خطہ خطہ تک بڑے پیمانے پر پہنچانے میں ہمارے نانا جان حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کا اہم کردار رہا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ حضرت سید العلماء پوری زندگی ان ہی لوگوں سے قریب رہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے متفق اور ان کے فتاویٰ کے موید تھے۔اعلیٰ حضرت سے بغض و دشمنی رکھنے والے بدمذہبوں سے تو وہ حد درجہ دور ونفور تھے ہی اور ان کی تکفیر بھی کرتے تھے مگر اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ اور ان کے فقہی نظریات سے جن سنی اور جن علمی گھرانوں کے اخلاف وپسماندگان نے اختلاف کیا ان سے بھی تا حیات حضرت سید العلماء نے کوئی تعلق نہ رکھا۔

سنی جمعیۃ العلماء میں مدرسہ قادریہ بدایوں کی عدم شمولیت: کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا ذکر کرنا انسان پسند نہیں کرتا لیکن وہ تاریخ کا ایسا باب ہوتے ہیں کہ کسی چیز کو سمجھانے اور بتانے کے لیے خواہی نا خواہی اس کا تاریخی پس منظر بیان کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔حضور سید العلماء علیہ الرحمہ نے ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کے بینر تلے ممبئی اور کانپور کی دھرتی پر جو تاریخ ساز کانفرنسیں کیں یا ان کے علاوہ جو بھی تحریکیں چلائیں، اسی طرح حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کی تعمیری مہم چلائی، ان کی جب ہم روداد پڑھتے ہیں تو ہر جگہ اور ہر سرگرمی میں ہندوستان کی زیادہ تر خانقاہوں کے نمائندے، مشائخ اور اکثر نامور علماء کی موجودگی ہمیں نظر آتی ہے مگر اس منظر نامہ میں کہیں بھی ہمیں مدرسہ قادریہ بدایوں کے نمائندے یا یہاں کے علماء ومشائخ دور دور تک نظر نہیں آتے جب کہ مدرسہ قادریہ بدایوں کا خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ کا نہایت گہرا علمی و

روحانی تعلق رہا ہے جو تاریخ کا اہم باب ہے۔ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت اور ان کے والد ماجد علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ کا مارہرہ مقدسہ سے تعلق قائم ہونے سے بہت پہلے ہی حضرت علامہ عبدالمجید عین الحق بدایونی کے ذریعہ علمائے بدایوں علیہم الرحمہ سے نہایت ہی گہرا رشتہ و تعلق قائم ہو چکا تھا۔ تاج الفحول حضرت علامہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ ہی ان حضرات کو بیعت کرانے کے لیے مارہرہ مقدسہ لے کر گئے تھے۔ حضرت تاج الفحول اور حضرت علامہ عبدالمقتدر بدایونی علیہما الرحمہ سے امام احمد رضا کے جو دینی و علمی رشتے تھے وہ جگ ظاہر ہیں۔ ندوہ کے خلاف پٹنہ میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں اعلیٰ حضرت کے لیے ''مجدد مأۃ حاضرۃ'' کا اعلان بھی سب سے پہلے حضرت علامہ عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ ہی نے کیا تھا۔ مگر علامہ عبد المقتدر بدایونی علیہ الرحمہ کے آخری دور (۱۳۳۲ھ اور ۱۳۳۴ھ کے درمیان) میں ایک نا خوشگوار اور افسوس ناک حادثہ و واقعہ یہ ہوا کہ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت ہونے والی اذان ثانی خارج مسجد ہو یا داخل مسجد؟ اسے لے کر اولاً علمی اختلاف ہوا۔ علمائے بدایوں داخل مسجد، منبر کے قریب، خطیب سے متصل، خطیب کے سر پر اذان خطبہ دیئے جانے کے قائل تھے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی فقہائے احناف کی اتباع میں مضبوط فقہی دلائل اور مستند احادیث کریمہ خاص کر ابوداؤد شریف میں درج حدیث پاک کی روشنی میں اس اذان کو خارج مسجد دیئے جانے کے قائل تھے۔ اعلیٰ حضرت کے فتویٰ سے وہابیان بریلی و کانپور نے تو اختلاف کیا ہی اس کے ساتھ سنی علمائے بدایوں اور علمائے رامپور نے بھی شدید اختلاف کیا۔ یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ مولانا عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ کی حیات ہی میں مدرسہ قادریہ کے بعض علمائے بدایوں نے اسے اپنی ناک ہی کا مسئلہ بنالیا اور اس پر اتنے چراغ پا ہوئے کہ کچھ دنوں بعد اس خالص علمی و فرعی اختلاف کو ذاتی اختلاف و عداوت میں بدل کر انتقامی جذبہ میں چور ہو کر اعلیٰ حضرت کے خلاف بدایوں کورٹ میں ''ہتک عزت عرفی'' کا مقدمہ ہی دائر کر ڈالا۔ اس موقع پر اور ان حالات میں مارہرہ مقدسہ کی سرزمین سے صاحب عرس قاسمی اور حضور سید العلماء کے نانا جان سیدنا ابوالقاسم شاہ محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمہ، ان کے شہزادے اور حضرت سید العلماء کے ماموں جان، تاج العلماء حضرت علامہ مفتی محمد میاں برکاتی علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہر اعتبار سے ہر سطح پر بھرپور ساتھ دیا۔ علمی و فقہی تائید کے ساتھ کورٹ کچہری تک میں ان دونوں شخصیات نے اعلیٰ حضرت کی پشت پناہی فرمائی۔ اعلیٰ حضرت کے خلاف کورٹ سے جب وارنٹ جاری ہوا تب سید العلماء کے ماموں جان حضرت تاج العلماء نے بریلی شریف میں واقع اپنی سسرال کے ایک گھر میں اعلیٰ حضرت کو روپوش کرایا۔ ان تمام باتوں کی تفصیل حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ کی کتابوں اور اس دور میں بریلی اور بدایوں کے اختلاف پر لکھی جانے والی کتابوں میں موجود ہے۔

''خامہ کس قصد سے اٹھا تھا کہاں جا پہنچا'' راقم بات کر رہا تھا اس چیز کی کہ حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کے ذریعہ منعقد کی جانے والی اہل سنت کی بڑی بڑی کانفرنسوں اور مجلسوں میں اسی طرح حضرت حافظ ملت کی تحریک اشرفیہ یا دیگر سنی تحریکی سرگرمیوں میں اس وقت کے سارے اہل خانقاہ، سبھی جلیل القدر مشائخ اور

ہندوستان کے بڑے بڑے علمی گھرانوں کے افراد کی موجودگی تو نظر آتی ہے مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ بدایوں کے اس اہم علمی گھرانے اور تاریخ ساز مدرسہ قادریہ کا کوئی فرد ان تمام کانفرنسوں اور اس دور میں سنی جمعیۃ العلماء کے بینر تلے اہل سنت کی فلاح و بہبود کے لیے چلنے والی کسی بھی تحریک میں ہمیں دکھائی نہیں دیتا؟ اصل میں معاملہ یہ ہے کہ حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کی پرورش چونکہ اپنے نانا جان اور اپنے ماموں جان کی آغوش ہی میں ہوئی تھی۔ کمسنی ہی سے وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر ایک خاص فقہی مسئلہ کی وجہ سے بدایوں والوں کی طرف سے ہونے والی زیادتی اور ان سے متعلق امام احمد رضا کو روحانی وجسمانی اور سماجی و عرفی تکلیف وگزند پہنچانے والے ان معاملات کو اپنے پردۂ ذہن پر محفوظ کر رہے تھے۔ ان چیزوں کے نقوش ان کے ذہن و دماغ کے پردے پر اس طرح ثبت ہو کر رہ گئے تھے کہ آپ نے اپنی پوری زندگی مدرسہ قادریہ بدایوں اور علمائے بدایوں سے کسی بھی طرح کا کوئی رشتہ وتعلق نہ رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ نے اہل سنت کی شیرازہ بندی کے لیے جو بھی اجلاس بلائے، جتنی بھی کانفرنسیں کیں یا جو بھی تحریکیں چلائیں یا ان کے علاوہ دیگر سنی اداروں اور تحریکوں نے جو بھی مذہبی، مسلکی، سماجی یا سیاسی تحریکیں چلائیں ان میں دور دور تک مدرسہ قادریہ بدایوں اور علمائے بدایوں کی شمولیت ہمیں نظر نہیں آتی۔ علمائے بدایوں سے اس اختلاف کا اثر حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کے علاوہ اس وقت کے سارے اکابر علمائے اہل سنت اور مشائخ اہل سنت کے ذہن و دماغ پر اس قدر تھا کہ ان سب حضرات نے مدرسہ قادریہ بدایوں سے کوئی تعلق ہی اس دور میں نہ رکھا۔ حضرت سید العلماء کے ذہن و دماغ پر اس اختلاف کا کس درجہ اثر تھا اس کا اندازہ آپ کی اس نظم سے بھی ہوتا ہے کہ جسے آپ نے اپنے مرشد، مربی اور نانا جان حضرت سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمہ کے عرس کے موقع پر ۱۳۷۰ھ میں تحریر فرما کر عرس کی محفل میں پیش فرمایا تھا۔ ان اشعار میں آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور اپنے نانا جان کے مابین جو محبت و الفت کا رشتہ تھا اسے اجاگر کرنے کے ساتھ بدایوں والوں نے کورٹ کچہری میں امام احمد رضا جیسی اہم علمی وفقہی شخصیت کو گھسیٹنے کی جو کوشش کی تھی اور اس موقع پر صاحب عرس قاسمی حضرت سیدنا اسمٰعیل حسن علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی جو پشت پناہی کی تھی اس کا ذکر نہایت ہی فن کاری کے ساتھ فرمایا ہے۔

مذکورہ پس منظر بیان کرنا اگرچہ ہمارے لیے بھی کوئی خوشگوار بات نہیں ہے مگر حضرت سید العلماء کے مذکورہ معاملے اور مندرجہ ذیل اشعار کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے خواہی و ناخواہی اتنا پس منظر بیان کرنا ضروری تھا۔ ''گڑے مردے اکھاڑنا'' ہرگز ہمارا مقصد نہیں مگر ہم چاہیں یا نہ چاہیں تاریخی حقیقت کبھی بھی پردۂ تاریخ سے نہ تو مٹتی ہے اور نہ ہی وہ کبھی معدوم ہوتی ہے۔ ایک بار تاریخ کا جو چیزیں حصہ بن جاتی ہیں وہ گاہے بگاہے منظر عام پر آتی ہی رہتی ہیں۔

اب اسی پس منظر میں حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کی مذکورہ نظم کے چند منتخب اشعار ملاحظہ فرمائیں کہ جن میں انہوں نے اپنے نانا جان حضرت سیدنا ابو القاسم مارہروی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے مابین طرفین سے محبت والفت، احترام واکرام اور امداد و تعاون کا ذکر فرمایا ہے اس کے ساتھ ہی اپنے ماموں جان

حضرت تاج العلماء کا بھی ذکر کیا ہے ۔

بریلی کے فاضل، وہ دیں کے مجدد
خدا و نبی کی ہوں ان پر رضائیں
یہ ان (امام احمد رضا) کا بھی معمول دیکھا ہے ہم نے
کہ جب (شاہ ابوالقاسم کے) سامنے آئیں سر کو جھکائیں
یہ سچ ہے ولی را ولی می شناسد
وہ ان کو بڑھائیں یہ ان کو بڑھائیں
بدایونی (مدرسہ قادریہ کے افراد) گھیریں جو پیارے رضا کو
تو پشت پنہ بن کے سرکار (تاج العلماء) جائیں
مقابل کے دشمن میں سینہ سپر ہوں
انہیں (اعلیٰحضرت کو) لا کے مہمان اپنا بنائیں
اذاں میں کریں وہ (امام احمد رضا) جو سنت کو زندہ
عمل ان کے فتوے پہ یہ (شاہ ابوالقاسم) کر دکھائیں
ضرورت ہو اعدائے دیں کے مقابل
تو فتوی سے ان کے یہ فتویٰ ملائیں
پدر کے ہی وارث ہیں تاج الاماثل
تو اپنے رضا کو وہ کیوں کر بھلائیں
رضا کی محبت پدر کا ہے ورثہ
تو میراث آبا نہ کیوں کر وہ پائیں
جناب رضا ان کے ہیں ان کے
یہ حساد (علمائے بدایوں) کیوں اپنے دل کو جلائیں
اکابر کے وارث بقول رضا ہیں
عطیہ نہیں ان کی دینی ادائیں
اٹھی نصرت حق میں تھی اک جماعت
کہ جس کی تھی حامی رضا کی رضائیں
ہزاروں اکابر کے موجود ہوتے
صدارت کی مسند پہ اِن (تاج العلماء) کو بٹھائیں
اشارہ تھا اس میں یہ حضرت رضا کا
کہ میری سی بس جا کے یہ کہہ سنائیں
محمد میاں (تاج العلماء) اعلیٰ حضرت کے پیارے
جنہیں عمر بھر دیتے حضرت دعائیں
اذیت جو دیتے ہیں ان کو یہ سن لیں
کہ فیض رضا سے وہ حصہ نہ پائیں

(سیدین نمبر ص ۵۳۵، ۵۳۶ بحوالہ نوازش مصطفی نعتیہ دیوان سید آل رسول حسنین میاں نظمی ص ۲۱۹ [اشعار کے درمیان قوسین میں درج توضیحی کلمات کا اضافہ راقم محمد سلیم بریلوی کا کیا ہوا ہے])

سید العلماء اور مفتی اعظم کے مابین الفت: حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مابین نہایت خوش گوار تعلقات رہے ہیں۔ دونوں کے مابین جو محبت وعقیدت کا رشتہ تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ دیکھنے والوں نے بتایا ہے کہ سیدی سرکار مفتی اعظم ہند جب ممبئ تشریف لے جاتے تو حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ سے ملنے ضرور جاتے۔ اس ملاقات کا انداز بھی بہت نرالا ہوتا، حضرت سید العلماء کی قیام گاہ پر داخل ہوتے ہی اِدھر سرکار مفتی اعظم ہند دست بوسی کے لیے جھکتے تو دوسری طرف حضرت سید العلماء سرکار مفتی اعظم ہند کی دست بوسی کے لیے دور ہی سے آمادہ رہتے۔ مفتی اعظم ہند سے محبت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ تقریباً ہر سال ''دار العلوم مظہر اسلام'' بریلی شریف کے جلسۂ دستار فضیلت میں تشریف لاتے اور خصوصی خطاب فرماتے۔

ایک مرتبہ ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کے کچھ اراکین نے جمعیت کے فنڈ اور پیسے میں کچھ ہیر پھیر کر دی جس کا الزام کچھ حاسدین نے سید العلماء پر لگا دیا مگر بہت جلد لوگوں کو حقیقت معلوم ہو گئی۔ اس وقت آپ کے قلب نازک کو جو صدمہ پہنچا اور اس زمانہ میں آپ جس درد و کرب سے گزرے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کے عہدۂ صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ علماء و مشائخ اور عوام و خواص نے ہر چند کوشش کی مگر آپ نے اپنا استعفیٰ واپس نہ لیا۔ کچھ حضرات کے ذریعہ استعفیٰ کی یہ خبر جب سیدی سرکار مفتی اعظم ہند تک پہنچی تو آپ فوراً بریلی شریف سے ممبئی تشریف لے گئے۔ ممبئی پہنچتے ہی آپ نے کھڑک مسجد کا رخ کیا اور پھر دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ سرکار مفتی اعظم ہند نے اپنا عمامہ سید العلماء کے قدموں میں رکھ کر استعفیٰ واپس لینے کی درخواست کی۔ اس واقعہ کو آپ کے شہزادے حضرت نظمی میاں صاحب نے یوں بیان فرمایا ہے:

''بمبئی آتے ہی کھڑک مسجد پہنچے اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ مفتی اعظم کا عمامہ شریف سید میاں کے قدموں پر رکھا ہوا ہے اور اپنے وقت کا زندہ ولی ایک سید زادے سے گڑگڑا کر درخواست کر رہا ہے کہ وہ اپنا استعفیٰ واپس لے لے''۔

ریحان ملت پر سید العلماء کی شفقتیں: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں رحمانی میاں علیہ الرحمہ سے بھی حضرت سید العلماء نہایت محبت اور ان پر باپ کے مثل شفقت فرماتے، حضرت ریحان ملت کو آپ اپنی اولاد سمجھتے اور مانتے۔ ریحان ملت کو آپ پیار سے کبھی ''رحمانی'' اور کبھی ''بیٹے رحمانی'' کہہ کر پکارتے اور مسند سجادگی کے تعلق سے فرماتے: ''بیٹے رحمانی تم ہی رہو گے تم ہی''۔ حضرت ریحان ملت علیہ الرحمہ بھی سرکار سید العلماء علیہ الرحمہ کا خوب اعزاز و اکرام کرتے۔ آپ جب بھی بریلی شریف تشریف لاتے تو حضرت ریحان ملت آپ کے قیام بریلی کی پوری مدت تک شب و روز خدمت و مہمان نوازی میں لگے رہتے۔

وصال پر ملال: ممبئی کی سرزمین پر تقریباً ۲۵ سال تک دینی خدمات کی انجام دہی کرتے، سنی جمعیۃ العلماء کے بینر تلے برصغیر کے سنیوں کی شیرازہ بندی کرتے، اہل سنت و جماعت کو بیدار کرتے، ۱۹۵۸ء میں سرزمین ممبئی پر اور نومبر ۱۹۶۳ء میں کانپور کی دھرتی پر ہندوستان کے چپے چپے کے ارباب خانقاہ، سرخیل علماء اور جلیل القدر مشائخ کو ایک ہی اسٹیج پر جمع کر کے اہل سنت کو دو تاریخ ساز کانفرنسیں اور ان میں پڑھے جانے والے اپنے دو بے مثال خطبات دے کر اہل سنت کا یہ عظیم داعی، مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک شارح و نقیب مؤرخہ ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۴ھ/ یکم جولائی ۱۹۷۴ء بروز دوشنبہ ۶۰ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ آپ دنیا سے کیا گئے، اہل سنت کے تنظیمی و اجتماعی تصور و خاکہ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ آپ کی دو مذکورہ تاریخی کانفرنسوں کے بعد اہل سنت نے آج تک پھر کبھی اہل سنت کے سبھی علما و مشائخ اور ارباب خانقاہ کو ایک بینر تلے ایک ہی اسٹیج پر جمع ہوتے نہ دیکھا۔ آج کے حالات کے پیش نظر ہماری یہ تمنا اور دعا ہے کہ حضرت سید العلماء جیسی پھر کوئی شخصیت اہل سنت سے اٹھے اور پھر ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اہل سنت کے موجودہ علماء و مشائخ اور ارباب خانقاہ کو ایک بینر تلے ایک ہی اسٹیج پر لا کر یہ نعرۂ مستانہ بلند کرے۔

کسی کی جے وجے کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سیدؔ اپنا نعرہ یا رسول اللہ

(نوٹ) یہ مضمون ماہنامہ اشرفیہ کے ''سیدین نمبر'' کی مدد سے تیار کیا ہے۔

ترجمہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

باب التفسیر

تفسیر: سید العلماء مارہروی علیہ الرحمہ

پیش کش: مولانا ابرار الحق رحمانی مدھوبنی

نوٹ: باب التفسیر کے اس روایتی کالم میں خصوصی شمارہ کی مناسبت سے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی تفسیر کی جگہ اس ماہ حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کی وہ تفسیر شامل اشاعت کی جارہی ہے جو آپ نے وہابی مولوی محمد یونس کے ایک سوال کے جواب میں آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے ثبوت پر جواباً تحریر فرمائی تھی۔ جو''ماہنامہ اشرفیہ'' مبارک پور کے ''سیدین نمبر'' کے صفحہ ۶۱۰ و ۶۱۱ پر درج ہے۔ حسب روایت ترجمہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا ہے کیونکہ حضرت سید العلماء نے اپنے جواب میں کنز الایمان ہی سے ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔ (محمد سلیم بریلوی)

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِداً وَّمُبَشِّراً وَّنَذِیْراً۔

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا۔ (سورۂ الاحزاب پ۲۲ آیت ۱۰ تا ۱۱۱)

تفسیر: بے شک اپنے رب کریم جل جلالہ وعم نوالہ کی عطا اور بخشش سے حضور سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔

قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِداً وَّمُبَشِّراً وَّنَذِیْراً۔

یعنی اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا۔

شاہد کے معنی لغت میں:

☆ حاضر اور موجود ہونے والا۔

☆ معائنہ کرنے والا اور اطلاع پانے والا۔

☆ کسی چیز کی خبر رکھنے والا۔

☆ موجود یعنی غائب کا مقابل اور ضد۔

نیز ارشاد فرمایا جاتا ہے: وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیداً۔ (البقرہ)

یعنی اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔ (کنز الایمان)

اور شہید کے معنی:

☆ الذی لا یغیب شی عن علمه (المنجد)

(یعنی) وہ ذات جس کے علم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہ ہو۔

اور اگر ان دونوں آیتوں کی تفسیر قرآن (قرآن کی قرآن سے تفسیر) مطلوب ہو تو یہ دو آیتیں تلاوت کر لیجئے:

اول: اَمْ کُنْتُمْ شُھَدَآ ءَ اِذْحَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ۔ (البقرہ۔ ۱۳۳)

(ترجمہ: بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی)

دوم: فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ۔ (البقرہ۔ ۱۸۵)

(ترجمہ: تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے)

عمدۃ المحدثین، برکۃ رسول اللہ فی الہند مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اٹھارویں رسالہ مسمی ب "سلوك قرب السبل بالتوجه الى سيد الرسل" میں فرماتے ہیں:

''بوجہ چندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت ہست یک

کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت علیہ السلام بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتو ہم تاویل دائم وباقی ست وبراعمال امت حاضر وناظر ست وطالبان حقیقت راومتوجہان آں حضرت رامفید ومربی۔

(یعنی علمائے امت کے درمیان بہت سارے اختلافات اور بہت سارے مسلک ہونے کے باوجود علمائے امت کے درمیان اس مسئلہ میں ایک شخص کا بھی اختلاف نہیں کہ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ دائم وباقی ہیں۔اس بات میں کسی قسم کا کوئی شبہ یا مجاز یا کوئی تاویل نہیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے حالات واعمال پر حاضر وناظر ہیں اور جو عاشق ومحبین آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف لو لگاتے ہیں انہیں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فائدہ بھی پہنچاتے ہیں)۔

یہی شیخ محقق علیہ الرحمۃ ''مجمع البرکات'' میں فرماتے ہیں:

''وے علیہ السلام براحوال و اعمال امت مطلع ست وبرمقربان وخاصان درگاہ خود مفید وحاضر وناظر ست۔''

(یعنی ہمارے آقا ﷺ اپنی امت کے احوال واعمال پر مطلع اور اپنی بارگاہ کے مقربین اور خواص کے لیے نافع اور حاضر وناظر ہیں)

یہی شیخ محقق علیہ الرحمۃ ''شرح فتوح الغیب'' میں فرماتے ہیں:

''اما انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی دنیاوی حی وباقی ومتصرف اند۔ دریں جاسخن نیست۔''

(یعنی انبیائے کرام اپنی دنیوی زندگی کی طرح حقیقی اعتبار سے بعد وصال بھی زندہ وباقی اور تصرف کرنے والے ہیں۔اس میں کوئی کلام نہیں)

''شفا شریف'' میں ہے:

"ان لم يكن فى البيت احد فقل السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته۔"

(یعنی اگر گھر میں کوئی بھی نہ ہو اور گھر خالی ہو تو تم داخل ہوتے ہی اپنے رسول پر سلام بھیجتے ہوئے یوں کہو السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته)

(حضرت) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی کے تحت ''شرح شفاء'' میں فرماتے ہیں:

''لان روح النبى عليه السلام حاضر فى بيوت اهل الاسلام۔''

(یعنی یہ سلام کرنے کا حکم اس وجہ سے ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی روح مقدس تمام مسلمانوں کے گھروں میں موجود رہتی ہے)۔

''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

''وقال الغزالى سلم عليه اذا دخلت فى المساجد فانه عليه اسلام يحضر المساجد''

(یعنی امام غزالی کا ارشاد ہے کہ جب آپ لوگ مسجدوں میں داخل ہوں تو آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام بھیجیں کیوں کہ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبھی مسجدوں میں موجود رہتے ہیں)۔

''نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض'' جلد سوم میں ہے:

''الانبياء عليهم السلام من جهة الاجسام والظواهر مع البشر وبطنهم وقولهم الروحانية ملكية ولذا يرى مشارق الارض و مغاربها يسمع اطيط السماء يشم رائحة جبريل اذا اراد النزول اليهم''۔

بحمدہ تعالیٰ اپنے آقا ومولیٰ سیدنا الحاظر والناظر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے پر یہ چند دلائل حاضر جن میں سنی کے لیے نور و برہان اور جن سے دیوبندی پر ہلاک وخسران۔

(نوٹ: قوسین میں درج اردو ترجمہ کی عبارات کا اضافہ محمد سلیم بریلوی کی طرف سے کیا گیا ہے۔)

گلدستۂ احادیث

ترتیب و انتخاب: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ **محمد سبحان رضا سبحانی میاں** مدظلہ العالی
سربراہ اعلیٰ خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر، سوداگران بریلی شریف

(**نوٹ**: گلدستۂ احادیث کے اس روایتی کالم میں بھی اس ماہ خصوصی شمارہ کی مناسبت سے حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کی وہ تحریر شامل اشاعت کی جارہی ہے جس میں آپ نے وہابی مولوی یونس بکھیروی کے ایک سوال سے متعلق حضرت عائشہ سے مروی ایک حدیث پاک کا صحیح مفہوم واضح کیا ہے۔ وہابی مولوی کا سوال اور حضرت سید العلماء کا جواب دونوں ہی ''سیدین نمبر'' صفحہ ۶۰۳ اور ۶۱۳ و ۶۱۴ سے لے کر ہم درج ذیل کر رہے ہیں۔ محمد سلیم بریلوی)

سوال: عن عائشة ان رسول الله كان في نفر من المهاجرين والانصار فجاء بعير فسجدله فقال له اصحابه يا رسول الله يسجد لك البهائم والشجر فنحن احق ان نسجد لك فقال اعبدوا ربكم واكرموا اخاكم۔

(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں جلوہ افروز تھے کہ اچانک ایک اونٹ آیا اور آقا کے سامنے سجدہ ریز ہوگیا۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے سامنے جانور اور درخت سب سجدہ ریز ہوتے ہیں تو ہم اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں۔ اس پر آقا نے ارشاد فرمایا کہ تم صرف اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے آقا کی تعظیم و تکریم بجالاؤ۔ ترجمہ محمد سلیم بریلوی)

اس حدیث میں بہائم و شجر کے حضور کو سجدہ کرنے پر صحابہ کرام نے حضرت رسالتمآب سے حضور کو سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی حضور نے فرمایا کہ ''عبادت یعنی سجدہ کرو تم اللہ کو اور اکرام کرو اپنے بھائیوں کا''۔ جس کا مطلب یہ ہے مجھے تم خدا نہ بناؤ بلکہ میری تعظیم و تکریم اپنے بھائیوں کی سی کرو۔ اس حدیث کے آخری جملہ ''واکرموا اخاکم'' کے بارے میں زید اور بکر میں اختلاف ہو رہا ہے۔ زید کہتا ہے کہ:

انبیاء وغیرہ خدا کے جس قدر بھی مقرب بندے ہیں وہ سب کے سب انسان ہی ہیں اور خدا کے سامنے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو خدا نے بڑائی دی ہے اس لیے وہ ہمارے بڑے بھائی ہوئے۔ ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے۔ ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے نہ کہ خدا کی سی۔

بکر کہتا ہے:

انبیاء کو بڑا بھائی کہنا گستاخی اور بے ادبی ہے۔ ان کو بڑا بھائی نہیں کہا جاسکتا۔

زید اور بکر دونوں میں کس کا عقیدہ صحیح ہے؟ کیا بکر کے عقیدے کی جدت میں گنجائش ہے؟ اگر ہے تو اس امر کی صراحت کردی جائے اور اگر زید کا عقیدہ سچا ہے تو پھر جو شخص زید کو گستاخ اور تنگ خیال کہے وہ مجرم اور خاطی ہے یا نہیں؟ اور اگر زید کا عقیدہ بھی صحیح نہیں ہے تو پھر حدیث کا واضح مطلب کیا ہوگا؟ (ابو طاہر محمد یونس)

جواب (از سید العماء) : کسی اردو کی کتاب کو دیکھ کر ایک حدیث شریف کا نقل کر دینا آسان ہے مگر صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک کلام کے حقائق تک پہنچنا بہت مشکل۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء۔ جبھی تو فرمایا گیا: الحديث مضلة الا للفقهاء۔ (دینی سمجھ نہ رکھنے والے غیر فقیہ کے لیے حدیث بسا اوقات گمرہی کا سبب بن جاتی ہے۔ بریلوی) آپ کی پیش کی ہوئی حدیث شریف کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پیشتر ہم ایک آیت کریمہ کا کچھ حصہ تلاوت کرتے ہیں۔ رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے: لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا۔ (النور۔ ٦٣)

(یعنی) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ (کنز الایمان)

اب غور کیجئے کہ حدیث شریف میں یہی تو ارشاد فرمایا کہ:

''واکرموا اخاکم''

ظاہر ہے کہ بھائی کے حقیقی معنی یعنی اپنے ماں باپ کا بیٹا ہرگز کسی امتی کی نسبت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت نہیں۔ لہٰذا ضرور ہوا کہ حقیقت سے مجاز کی طرف مراجعت کی جائے:

☆ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ حدیث شریف اپنے ظاہری معنی میں صریح نہیں۔

☆ ثانیاً مان بھی لیا جائے کہ لفظ ''اخ'' سے بھائی ہی مراد لیا گیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی تو فرماتے ہیں کہ:

''اپنے بھائی کی تعظیم کرو''

مگر یہ تو نہیں فرما رہے کہ:

''مجھے بھائی کہو'' اور ''میری تعظیم بھائی کی سی کرو''۔

اس لیے ظاہر ہے کہ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے ساتھ جو بھی برتاؤ کرے گا وہ ہمارے آپس جیسا برتاؤ ہوگا اور مولیٰ عزوجل منع فرما چکا کہ:

''انہیں آپس کے برتاؤ کی طرح ندا نہ کرو''

لہٰذا اس حدیث شریف سے زید کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا بڑا بھائی کہنے کا جواز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا اور یقیناً بکر کا یہ کہنا کہ:

''حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علی وسلم کے سارے مراتب عالیہ اور فضائل کاملہ کو پس پشت ڈال کر صرف بڑے چھوٹے بھائی کے امتیاز کا فرق قائم کرنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یقیناً توہین ہے''۔

حدیث کا واضح مطلب صرف اتنا علمائے کرام نے بتایا کہ:

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تواضعا لربه تعالیٰ اپنی تعظیم اور اپنے رب عزیز کی عبادت کے مقام پر اپنے نفس کریم کو بھائی یعنی ہم قوم سے تعبیر فرما رہے ہیں۔ یعنی:

''هوالذى بعث فى الاميين رسولا منهم'' (سورۂ جمعہ۔ ۳)

(ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا) کی تفسیر فرمائی جا رہی ہے۔ اگر ایک بادشاہ مقام تواضع میں اپنے آپ کو رعایا کے خادم سے تعبیر کرے یا خادم جانے دیجئے برابر کا ہی کہہ دے تو کیا رعایا کے لیے بھی یہ جائز ہو جائے گا کہ وہ اپنے بادشاہ کو خادم یا برابر والے کا درجہ دے دے؟ اور اگر رعایا کے کسی احمق فرد نے ایسا کیا تو یقیناً وہ بارگاہ شاہی میں جری و بے باک، مجرم، خاطی تصور کیا جائے گا''۔

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب:۔ حضرت مولانا مفتی محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

(**نوٹ:** حضرت سید العلماء سے کیے گئے ایک وہابی مولوی محمد یونس اور دوست محمد کے سوالات (مشمولہ ''سیدین نمبر'' ۵۹۸، ۵۹۹ و ۶۰۵) اور سید العلماء کی طرف سے دیئے گئے جوابات میں سے ذیل میں یہ سوال و جواب پیش کیے جا رہے ہیں۔ ان کا تعلق فتاویٰ منظر اسلام سے نہیں ہے۔ محمد سلیم بریلوی)

سوال: اہل سنت و جماعت کی کیا تعریف ہے۔ وہ کون کون سے اعتقادات اور کون کون سے اعمال ہیں کہ جن پر اہل سنت و جماعت ہونے نہ ہونے کا دار و مدار ہے اور اہل سنت و جماعت کی وہ ضروریات کون کون سی ہیں کہ جن میں سے کسی ایک ضرورت کا انکار کر دینے کی وجہ سے آدمی اہل سنت و جماعت سے خارج ہو جاتا ہے۔

جواب: مسلمانوں کا وہ فرقہ ناجیہ جو بفحوائے حدیث حمید ''ما انا علیہ واصحابی'' وباتباع ارشاد مجید ''ید اللہ علی الجماعۃ'' تقریباً پونے چودہ سو برس سے اسوۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام علیہم رضوان الملک العلام کی بتائی ہوئی راہ ہدایت اور حضرات ائمہ مجتہدین و علمائے امت، اولیائے ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے فرمائے ہوئے طریقہ نجات کو علماً و عملاً گلے سے لگائے ہوئے ہے۔

اور یہیں سے واضح کہ وہ سارے عقائد و اعمال جو ان مبارک راستوں کے مخالف و متصادم ہوں ایک مسلمان کو زمرۂ اہل سنت و جماعت سے خارج کر دیا کرتے ہیں۔

سوال: کیا فقہائے حنفیہ نے کہیں اس امر کی تصریح کی ہے کہ اگر کسی مباح یا مستحسن چیز کے ساتھ لوگ وجوب کا سا معاملہ کرنے لگیں تو وہ چیز واجب الترک ہو جاتی ہے۔ جو شخص کسی امر مطلق کو مقید کرتا ہے وہ شارع علیہ السلام کے حکم میں تغیر کرنے کے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: جس طرح کسی مستحب کو حقیقتاً واجب العمل ماننا اور مستحب کے درجہ سے نکال کر اس کو واجب الیقین کر لینا خطائے شرعی ہے اسی طرح محض بزور زبان کسی مباح یا مستحب کو حرام یا کفر و شرک قرار دینا بھی شدید امر شنیع و فظیع ہے۔ بیشک اطلاقات شرعیہ کے دامن کو بغیر دلیل شرعی تنگ کرنا اور ان کو اپنی من گڑھت قیود سے مقید کرنا یہ بھی شارع علیہ السلام پر معاذ اللہ افترا و بہتان اٹھانا ہے۔

سوال: جو چیز کہ شرک ہے وہ تمام مخلوقات کی نسبت سے شرک ہے یا کوئی چیز ایسی بھی ہے کہ اس کو بعض مخلوقات کے لیے ثابت کیا جائے تو شرک ہے اور بعض کے لیے ثابت کیا جائے تو شرک نہیں۔ اگر ہے تو وہ کون سی صفت ہے اور وہ کون سا بشر ہے کہ جس کے لیے اس صفت کا ثابت کرنا شرک نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص انبیاء یا اولیائے کرام کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ مختار ہیں، سب کی حاجت روائی اور مشکل کشائی فرماتے ہیں، رزق دیتے ہیں، بیمار کو اچھا کرتے ہیں، مارتے ہیں، جلاتے ہیں، تنگ دست بنانا، غنی و تونگر کرنا ان ہی کے جود و کرم کا نتیجہ ہے، سب کچھ انہی کے اختیار میں ہے ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر؟

جواب: الحمد للہ کہ علمائے اہل سنت اور ان کے خدام تو یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو چیز حقیقتاً شرک ہے وہ ساری مخلوقات الٰہی کی نسبت سے شرک ہی ہے۔ البتہ آپ کے جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک جو وسعت علمی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہو جائے وہ شرک ہو جائے مگر وہی وسعت علمی ابلیس اور ملک الموت کے لیے خاص قرآن و حدیث سے ثابت مانی جائے تو شرک نہ ہو یعنی گنگوہی صاحب کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خدا کے شریک نہیں ہو سکتے مگر ابلیس اور ملک الموت کو خدا کے ساتھ شریک کیا جا سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)

(فقط ابو الحسنین آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی غفرلہ)

سید العلماء۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے سب سے بڑے پرچارک

از۔حضور امین ملت سید محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی،سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

ہمارے بڑے ابّا حضور سید العلماء، سند الحکماء، سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گزرے ہوئے پچاس سال ہو گئے۔ایسا لگتا ہے یہ سانحہ عظیم ابھی آنکھوں کے سامنے سے گزرا ہے۔خانقاہ برکاتیہ کے لیے بڑے ابا کا دنیا سے جانا نقصان عظیم تو تھا ہی لیکن ایسا لگتا ہے کہ دنیائے سنیت کی تمام تحریکات بھی یتیم ہوگئیں۔ہر طرف ماتم جیسا ماحول تھا کیونکہ وہ ذات عبقری تھی۔ان کا بدل بھی پھر''سنی جمعیۃ العلماء'' کو نہ مل سکا اوران کے وصال کے بعد جیسے اس جماعت کا شیرازہ بکھر گیا اور وہ اتحاد واتفاق ہماری جماعت سے جیسے روٹھ سا گیا۔

بڑے ابا گونا گوں خصوصیات کے حامل تھے لیکن ایک وصف ان کا بہت نمایاں تھا اور وہ تھا ان کا انکسار اوران کی درویشانہ طبیعت، بڑے سے بڑے اجلاس میں ایسے ہی اٹھ کر چل دیتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مجمع ان کے لباس کا شیدائی نہیں بلکہ ان کے اخلاق پر جان فدا کرتا ہے۔وہ ایک بین الاقوامی خطیب، ایک ممتاز قاری، صاحب طرز ادیب وشاعر، ماہر طبیب، خلیق وباوضع و باصفا پیر کامل تھے۔دوتین گھنٹے مجمع عام کوخطاب کرنا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔جب چاہیں جس موضوع کو عنوان بنا کر ایسا سیر حاصل خطاب فرما دیتے کہ سننے والے انگشت بدنداں رہ جاتے۔وہ اپنے خطاب میں بڑے سے بڑے مولوی، مالدار یا حکمراں کا رعب نہ کھاتے ہوئے صرف حق بولتے۔سنیت کی تعلیم اور تشہیر ان کا نصب العین تھا۔ممبئی کی سرزمین پر آج جو سنیت کی بہاریں ہیں وہ میرے بڑے ابا کی مرہون منت ہیں۔ **''مسلک اعلیٰ حضرت کے اگر سب سے بڑے پرچارک کا کوئی نام ہے تو وہ سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی ہے''**۔انہوں نے نہ صرف اعلیٰ حضرت کی خدمات اور ان کے افکار ونظریات کی اشاعت کی بلکہ امام احمد رضا قدس سرہ کے مشن کو''سنی جمعیۃ العلماء'' کے اغراض و مقاصد میں کلیدی مقام دیا۔آج ضرورت اس بات کی ہے کہ جماعت اہل سنت اپنے ان اکابر کے نقش قدم کو مشعل راہ سمجھے اور اپنے ذاتی مفاد کو بالائے طاق رکھ کے مذہب اسلام اور سنیت کی خدمت انجام دینے کی سعی کرے۔

لاؤڈاسپیکر کی آواز پر اقتدا کے سخت خلاف تھے سید العلماء

از۔سید آل رسول حسنین میاں برکاتی نظمی مارہروی، خلف وجانشین حضرت سید العلماء علیہا الرحمہ۔

آج تو عالم یہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے بڑے بڑے علمبردار لاؤڈاسپیکر پر نماز پڑھ اور پڑھا رہے ہیں مگر سید میاں (سید العلماء) نے جیتے جی سخت مخالفت کی۔سید میاں نے اپنے موقف کی تائید میں یہ کلیہ پیش کیا کہ نماز میں غیر انسانی آواز پر اقتدا مفسد نماز ہے۔لاؤڈاسپیکر بذاتہ کہنے والا نہیں ہے۔لاؤڈاسپیکر پر نماز کی ادائے گی کا مطلب ہے دو قرأتوں کا جمع کرنا۔ایک تو وہ قرأت جو امام کے منھ سے سنی جاتی ہے دوسری وہ آوازِ قرأت ہے جو لاؤڈاسپیکر سے سنی جاتی ہے جسے ایسے مقام پر رہ کر تمیز کیا جاسکتا ہے جہاں امام کے منھ سے نکلی ہوئی آواز اور لاؤڈاسپیکر والی بھی آواز آتی ہو اور علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک نماز میں دو قرأت مشروع نہیں۔(سیدین نمبر ص ۵۱۰،۵۱۱)

’’کہ درد اِن کے اٹھے، آنکھ اُن کی بھر آئی‘‘

از۔حضور رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر نوری میاں صاحب مدظلہ العالی، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ نوریہ مارہرہ مطہرہ

بڑے ابا، حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کو سن شعور میں دیکھنے کا بہت موقع تو نصیب نہیں ہوا لیکن فقیر برکاتی کو ایسی دو شخصیات کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا جن کو بڑے ابا سے بہت قربت تھی بلکہ انہیں ’’سید شناس‘‘ کہہ سکتے ہیں۔ایک میرے والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ اور دوسری میری بڑی اماں حضرت قیصر جہاں قدس سرہا۔

والد ماجد کو کبھی بھی بڑے ابا کے تذکرے کے بغیر نہیں دیکھا اور بڑی اماں تو مجسم ان کی یادوں کا مجموعہ تھیں۔ والد ماجد قدس سرہ کا کوئی خطاب ایسا نہ ہوتا تھا جس میں وہ اپنے برادر معظم اور ان کی خدمات جلیلہ جو اہل سنت و جماعت کے حوالے سے تھیں، ان کا تذکرہ والہانہ انداز میں نہ کرتے ہوں۔ زمانہ شاہد ہے کہ ایسی محبت کم دیکھی گئی جیسے سیدین مارہرہ میں تھی۔ بقول برادر محترم شرف ملت ؎

حسن سے ان کی محبت کا ایسا عالم تھا\
کہ درد اِن کے اٹھے ،آنکھ اُن کی بھر آئی

اس محبت ہی سے خانقاہ برکاتیہ میں باہمی اتحاد کا ایک خوشگوار ماحول قائم ہوا اور خدمت دین کا خوب کام ہوا۔

بڑے ابا عقیدے کے معاملہ میں بے حد سخت تھے اور اسی تصلب نے ان کو علماء و مشائخ کی صف میں ممتاز کیا تھا۔ان کی شخصیت میں ایک امتیاز یہ بھی تھا کہ ان سے ملنے والا ان سے مرعوب بھی ہوتا تھا اور متاثر بھی۔متاثر ہونے کے لیے ان کی شخصیت میں انکساری ، بذلہ سنجی اور مرنجاں مرنج طبیعت کا دخل تھا۔ہم نے جس سے بھی سنا یہی سنا کہ ان کا جمال ان کے جلال پر بھاری تھا کیونکہ ان کو جلال اسی صورت میں آتا کہ جب کوئی بات حق کے خلاف ہو یا کہیں کسی کے حقوق کی پامالی یا کوئی مذہب وسنت کے خلاف عمل کر رہا ہو۔

ہم سب بھائیوں پر حضور سید العلماء کی بڑی شفقتیں تھیں۔ہم اپنے والد ماجد سے اتنے بے تکلف نہیں تھے جتنے بڑے ابا حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ سے تھے کیونکہ بڑے ابا ہم لوگوں کو اپنا دوست ہونے کا احساس دلاتے تھے۔

ان کا مشن: ’’سنیت کا فروغ، علماء و مشائخ میں اتحاد، ملی مسائل میں اہل سنت کی نمائندگی اور اس کا بھرپور کردار‘‘، تھا۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ان کے مشن کو پورا کرنے کے لیے ہمیشہ عازم رکھے اور ہم مسلک اہل سنت کی عظیم خدمات کا فریضہ متحد ہو کر انجام دیتے رہیں۔

سید العلماء ایک کرشمائی شخصیت

از۔حضرت سید محمد امان میاں قادری، ولی عہد سجادہ خانقاہ برکاتیہ

ہمارے بڑے دادا حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت بہت عظیم تھی۔اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔وہ بے مثال خطیب، عالم باعمل، طبیب حاذق، شاعر، ادیب، مدبر اور داعی اہل سنت تھے۔ بہت ہی بے باک قائد اور مناظر بھی تھے۔انہوں نے اپنی پوری زندگی اہل سنت و جماعت کی ترقی کے لیے وقف کر دی۔ ’’سنی جمعیۃ العلماء‘‘ کے ذریعہ جو قائدانہ خدمات آپ نے انجام دی ہیں، وہ زرّیں حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ چند سالوں پہلے ہی میں نے یہ سوچ لیا تھا کہ حضور سید العلماء کی خدمات جلیلہ کو دیکھتے ہوئے ان شاء اللہ تعالیٰ ان پر خصوصی تحریر شائع کرنی اور کرانی ہے تا کہ نئی نسل بڑے دادا علیہ الرحمہ کی ’’کرشمائی شخصیت‘‘ سے واقفیت حاصل کرے اور ان کے نقوش راہ پر چل کر طرح طرح کے معاصر فرقوں کا مقابلہ کر کے اپنی نیّا پار کر سکے۔

سیادت و قیادت کے بجا طور پر حقدار تھے سید العلماء

از۔حضرت علامہ مفتی محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین خانقاہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

مرکز میں منعقد ہونے والے اپنے بزرگوں کے اعراس کی تقریبات میں کمسنی ہی سے اکثر و بیشتر یہ اشعار سننے کو ملتے رہے ہیں۔

کسی کی جے وجے کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سید اپنا نعرہ یا رسول اللہ

☆

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے
یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ آباد

یہ تو شعور کی دہلیز پر قدم رکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ زبان زدعوام و خواص مذکورہ دونوں اشعار حضرت سید العلماء آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں۔ہم نے اپنے گھرانے میں اکثر حضرت سید العلماء کا ذکر ہوتے سنا ہے۔کمسنی کے زمانہ میں جب بھی ہم اپنے والد گرامی کے ساتھ اپنے پیر خانے مارہرہ مقدسہ حاضری کے لیے گئے تو ابا حضور ہمیں تمام سرکاران مارہرہ مقدسہ کے مزارات پر لے جاتے ۔حضرت سید العلماء کی تربت پر لے جا کر کہتے کہ یہ سید العلماء کا مزار ہے،مفتی اعظم اور ان کے مابین بہت گہرے مراسم رہے ہیں۔اس طرح بچپن ہی سے سید العلماء کے تذکرے اور تعارف سے ہمارے کان آشنا رہے ہیں۔ بلا شبہ حضرت سید العلماء ایک عظیم قائد و رہنما تھے۔ان کے زمانہ میں جماعت اہل سنت کی جتنی بھی مقتدر اور سرخیل ہستیاں تھیں سب نے متفقہ طور پر آپ کی قیادت کو قبول کیا تھا۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ یہ کسی عقیدت کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانہ میں اِس سیادت و قیادت کے آپ بجا طور پر حقدار تھے۔

جماعت اہل سنت کو اس زمانہ میں ایک پلیٹ فارم پر لانا،علمائے اہل سنت کو منظّم کرنا،اہل سنت کی آواز کو حکومتی سطح پر بلند کرنا،سنیوں کو بیدار کرنا ،مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت کرنا اور سنیوں کے عقائد معمولات کو تحفظ فراہم کرنا، یہ سب باتیں آج ہمیں خواب نظر آتی ہیں مگر یہ سید العلماء ہی کا کمال تھا کہ انہوں نے اپنے معاصر علماء و مشائخ خاص طور پر سرکار مفتی اعظم ہند کے مشورے اور تعاون سے یہ سب خواب شرمندۂ تعبیر کر کے دکھا دیئے۔ آپ کے بعد آج تک جماعت اہل سنت یکجا طور پر کسی معاملہ میں متحد نہ ہو سکی۔

آج اس عظیم قائد و رہنما کو دنیا سے رخصت ہوئے ۵۰/سال ہو رہے ہیں۔ہمیں بڑی مسرت ہو رہی ہے کہ ہم اپنے ''ماہنامہ اعلیٰ حضرت'' کی طرف سے اپنے اس عظیم قائد و رہنما کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ایک خصوصی شمارہ بنام ''سید العلماء نمبر'' منظر عام پر لا رہے ہیں۔اس کے لیے محبّ گرامی مفتی محمد سلیم صاحب بریلوی زید مجدہ اور محترم مرزا توحید بیگ رضوی صاحب خصوصی طور پر مبارکبادی کے مستحق ہیں۔اللہ رب العزت میرے والد گرامی حضرت سبحانی میاں صاحب کو صحت و سلامتی اور عمر دراز عطا فرمائے۔آمین

مبارکباد

از۔حضرت مولانا مسعود خوشتر صدیقی، جانشین علامہ ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ،خانقاہ خوشتریہ موریشس افریقہ۔

اپنے والد گرامی علامہ خوشتر علیہ الرحمہ سے بارہا حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کی دینی، مسلکی، علمی، سیاسی اور تنظیمی خدمات کے بارے میں میں نے بارہا سنا ہے۔بلا شبہ وہ جماعت اہل سنت کے ایک مخلص قائد تھے۔''ماہنامہ اعلیٰ حضرت'' کی جانب سے ''سید العلماء نمبر'' کی خصوصی اشاعت پر ڈھیر ساری مبارکبادیاں،اللہ تعالیٰ ہمارے سبحانی میاں صاحب حفظہ کو صحت و سلامتی عطا فرمائے۔عزیزم حضرت احسن میاں حفظہ کو بھی رب تعالیٰ خوش و آباد رکھے۔عزیزی مفتی محمد سلیم بریلوی نے ''سید العلماء نمبر'' کی اشاعت میں جو کلیدی کردار ادا کیا،اللہ تعالیٰ اس کی انہیں اچھی جزا عطا فرمائے۔آمین

حضور سید العلما علیہ الرحمہ - استعارۂ عظمت

از۔حضور شرف ملت سید محمد اشرف قادری، مارہروی، نائب صدر، البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی علی گڑھ

۲۵/ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ مطابق ۹/ جون ۱۹۱۵ء

بروز بدھ مارہرہ مطہرہ میں بستیِ پیرزادگان کے علاقے بڑی سرکار میں واقع حضرت سید محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمہ (صاحب عرس قاسمی) کی حویلی میں سید بشیر حیدر آل عبا قدس سرہٗ اور سیدہ شہر بانو قدس سِرّ ہا کی پہلی اولاد کی شکل میں پیدا ہوئے بچے کو دنیا نے سیّد العلماء سند الحکماء سید اولاد حیدر آلِ مصطفیٰ عرف سید میاں کے نام سے جانا اور پہچانا۔

اُنہیں اُن کے نانا حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمہ، سجادہ نشین، خانقاہِ برکاتیہ نے بیعت فرمایا اور خلافت سے مجاز کیا۔ سید العلما کے دادا حضرت سید حسین حیدر زیدی قادری برکاتی خلیفۂ حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے پوتے کی پیدائش پر بہت خوشیاں منائیں۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کا شجرۂ نسب اِس طرح ہے:

شجرہ پدری:

۱- حضرت سید شاہ آلِ مصطفیٰ قادری قدس سرہٗ
۲- حضرت سید شاہ آل عبا قادری قدس سرہٗ
۳- حضرت سید شاہ حسین حیدر قدس سرہٗ
۴- حضرت سید شاہ محمد حیدر قدس سرہٗ
۵- حضرت سید دلدار حیدر قدس سرہٗ
۶- حضرت سید منتخب حسین قدس سرہٗ
۷- حضرت سید ناظم علی قدس سرہٗ
۸- حضرت سید حیات النبی تاتو میاں قدس سرہٗ
۹- حضرت سید حسین قدس سرہٗ
۱۰- حضرت سید ابوالقاسم قدس سرہٗ
۱۱- حضرت سید جان محمد قدس سرہٗ
۱۲- حضرت سید حاتم قدس سرہٗ
۱۳- حضرت سید بدرالدین عرف بدلے میاں قدس سرہٗ
۱۴- حضرت سید ابراہیم قدس سرہٗ
۱۵- حضرت سید پیارے میاں قدس سرہٗ
۱۶- حضرت سید حسن قدس سرہٗ
۱۷- حضرت سید محمود عرف بدھن میاں قدس سرہٗ
۱۸- حضرت سید بڈھا میاں قدس سرہٗ
۱۹- حضرت سید جمال الدین قدس سرہٗ
۲۰- حضرت سید ابراہیم قدس سرہٗ
۲۱- حضرت سید ناصر قدس سرہٗ
۲۲- حضرت سید مسعود قدس سرہٗ
۲۳- حضرت سید سالار قدس سرہٗ
۲۴- حضرت سید صغریٰ قدس سرہٗ

۲۵- حضرت سید علی قدس سرہٗ

۲۶- حضرت سید حسین قدس سرہٗ

۲۷- حضرت سید ابوالفرح ثانی قدس سرہٗ

۲۸- حضرت سید ابوالفراس قدس سرہٗ

۲۹- حضرت سید ابوالفرح واسطی قدس سرہٗ (سادات زیدیہ بلگرام کے جدامجد)

۳۰- حضرت سید داؤد قدس سرہٗ

۳۱- حضرت سید حسین قدس سرہٗ

۳۲- حضرت سید یحییٰ قدس سرہٗ

۳۳- حضرت سید زید سویم قدس سرہٗ

۳۴- حضرت سید عمر قدس سرہٗ

۳۵- حضرت سید زید دویم قدس سرہٗ

۳۶- حضرت سید علی عراقی قدس سرہٗ

۳۷- حضرت سید حسین قدس سرہٗ

۳۸- حضرت سید علی قدس سرہٗ

۳۹- حضرت سید محمد قدس سرہٗ

۴۰- حضرت سید عیسیٰ موتم اشبال قدس سرہٗ

۴۱- حضرت سید زید شہید رضی اللہ عنہ

۴۲- حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۳- حضرت سیدنا امام عالی مقام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۴- حضرت سید السادات مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم

زوجِ خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہابنتِ

۴۵-حضرت سرورِ کائنات فخر موجودات محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شجرہ نمبر ۴۰ پر جو بزرگ ہیں انہیں کی مناسبت سے حضرت احسن العلماء قدس سرہٗ کے لوح مزار پر خاکسار کی جو منقبت ہے اس کا شعر ہے:

آبروئے خاندان موتم اشبال تھا
تیری صورت دیکھ کر کافور تھے زاغ و کلاغ

حضرت عیسیٰ قدس سرہٗ ابن حضرت زید شہید اتنے بہادر اور جری تھے کہ تلوار سے شیر کا مقابلہ کر کے اسے قتل کر دیتے تھے۔اس لیے ان کے زمانے نے انہیں ''موتم اشبال'' کا خطاب دیا یعنی شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا۔

حضور سید العلما علیہ الرحمہ کا شجرہ مادری:

۱- حضرت سید شاہ آلِ مصطفیٰ قادری قدس سرہٗ

۲- حضرت بی بی سیدہ اکرام فاطمہ لخت جگر شہر بانو رحمۃ اللہ علیہابنتِ

۳- حضرت سید ابوالقاسم اسماعیل حسن قدس سرہٗ

۴- حضرت سید میر محمد صادق قدس سرہٗ

۵- حضرت سید شاہ اولادِ رسول قدس سرہٗ

۶- حضرت سید آل برکات ستھرے میاں قدس سرہٗ

۷- حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہٗ

۸- حضرت سید آل محمد قدس سرہٗ

۹- حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ امام سلسلۂ برکاتیہ

۱۰- حضرت سید میر اویس قدس سرہٗ

۱۱- حضرت سید میر عبدالجلیل قدس سرہٗ

۱۲- حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ صاحبِ سبع سنابل شریف

۱۳- حضرت سید ابراہیم قدس سرہٗ

۱۴- حضرت سید قطب الدین قدس سرہٗ

۱۵- حضرت سید ماہ رو قدس سرہٗ

۱۶- حضرت سید بڈھا میاں قدس سرہٗ

۱۷- حضرت سید کمال قدس سرہٗ

۱۸- حضرت سید قاسم قدس سرہٗ

۱۹- حضرت سید حسن قدس سرہٗ

۲۰- حضرت سید نصیر قدس سرہٗ

۲۱- حضرت سید حسین قدس سرہٗ

۲۲- حضرت سید عمر قدس سرہٗ

۲۳- حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمۃ والرضوان فاتح بلگرام

(حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمۃ سے لے کر سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک شجرہ یکساں ہے)۔

حضور سید العلماء کی اِبتدائی تعلیم اُن کے خالِ محترم یعنی میرے پیر و مرشد تاج العلماء حضرت سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں صاحب کے ظلِ عاطفت میں ہوئی۔ فارسی کی پہلی کتاب اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھی۔ حضرت نانا صاحب قدس سرہٗ نے بھی اِبتدائی درس دِیے۔ بعدہٗ قرآنِ کریم کا حفظ قصبے کے جیّد حافِظ سلیم الدین قریشی مرحوم و مغفور کی نگرانی میں کیا۔ درسِ نظامی کی تکمیل حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اَجمیر شریف میں کرائی۔ طِب کی تعلیم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں حاصل کی۔

مارہرہ شریف میں کارِ حکمت شروع کیا۔ ۱۹۴۰ء کے آخری برسوں میں بمبئی میں کھڑک مسجد کے مصلّے کو امامت وخطابت سے نوازا۔

''آل اِنڈیا سنّی جمعیۃ العلماء'' کی تشکیل ہوئی تب آپ اُس کی مختلف شاخوں کے صدور کے صدر یعنی صدر الصدور مقرر ہوئے۔ حضور مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بڑی خواہش تھی کہ اِس منصب پر اُن کے پیر خانے کے سید العلماء فائز ہوں۔ ایک بار کسی بات پر حضور سید العلماء نے اعلان کیا کہ وہ بوجوہ صدر الصدور کے عُہدے سے سُبک دوش ہونا چاہتے ہیں تو حضور مفتیٔ اعظم بنفسِ نفیس کھڑک مسجد تشریف لے گئے اور اپنا عمامہ اُتا کر حضور سید العلماء کے قدموں میں رکھ دِیا اور انہیں اُن کے اِرادے پر نظرِ ثانی کی گزارش کی۔ سید العلماء کو حضور مفتیٔ اعظم سے بڑی محبت تھی۔ اُنہوں نے بات مان لی۔ جماعت اہل سنت کے بزرگ یاد کرتے ہیں کہ حضور سید العلماء کے دور میں اہل سنت والجماعت کی کس قدر وقعت تھی۔ سید العلماء ہر اس معاملے میں جہاں اہل سنت کے عقیدے یا جماعت کی حمیت وعزّت پر کوئی حَرف لانے کی کوشش کرتا، ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جم جاتے۔ تادمِ آخر ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کے صدر الصدور کے منصب پر فائز رہے۔

سید العلماء ایک صاحِب زادے اور پانچ صاحِب زادیوں کے والد تھے۔ صاحِب زادے حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی قدس سرّہٗ تھے جن کی نعت گوئی سے ہم سب واقف ہیں۔ سید العلماء کی پانچ صاحِب زادیاں عذرا خاتون، رقیہ خاتون، حمیدہ خاتون، رعنا خاتون اور اَفشاں خاتون ہیں۔ میری والدہ فرماتی تھیں کہ سید العلماء اپنی ہر بیٹی کو اس طرح چاہتے تھے گویا وہ اِکلوتی بیٹی ہو۔ سید العلماء کی شادی اپنے والد کے چچازاد بھائی سید آلِ حبیب زیدی قادری برکاتی مرحوم و مغفور کی بڑی صاحب زادی سیدہ قیصر

جہاں صاحبہ مرحومہ ومغفورہ سے ہوئی تھی۔ ہماری بڑی امّاں نماز روزے کی پابند، سُگھڑ اور جفاکش خاتون تھیں اور سب کے دُکھ سُکھ میں شریک رہتی تھیں۔ صفائی ستھرائی کا انہیں بہت شوق تھا۔ محلّے پڑوس میں کوئی عورت بیمار پڑتی تو اس کی تیمارداری کرتی تھیں۔ عزیز دار عورتوں کا کوئی دیکھنے سننے والا نہ ہوتا تو وقتِ آخر ان کو اپنے گھر لے آتیں اور ہر طرح کی خدمت کرتیں۔ قرآنِ عظیم بہت اچھا یاد تھا۔ حافظ نہیں تھیں لیکن کوئی غلط پڑھ دے تو برجستہ ٹوک کر تصحیح کرا دیتی تھیں۔

بڑے ابّا حضور سید العلماء علیہ الرحمہ نے بمبئی کی پچیس سالہ زندگی بے حد دینی شان کے ساتھ گُزاری۔ اُن کی خطابت کی دھوم تھی۔ جہاں اُن کی تقریر ہوتی تھی وہاں بڑے بڑے رؤساء اپنی گاڑیاں روک کر ان کی دل پذیر تقریر سنا کرتے تھے۔ سید العلماء اعلیٰ پائے کے حافظ وقاری تھے۔ کھڑک مسجد میں تراویح میں برسہا برس قرآنِ عظیم سُنایا۔ اُن کی قرأت سُن کر دِل جوش سے بھر جاتا تھا۔ اُن کی تقریر کی اِبتدا حمد وسلام اور قرآنی آیات کے بعد عمدہ اَشعار سے ہوتی اور تقریر مختصر ہو کہ طویل، سامعین کو دیکھ کر ایسا لگتا جیسے اُن کے شانوں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ کوئی حرکت تک نہیں کرتا تھا۔ صلح حدیبیہ کے موضوع پر اُن کی تقریر لاجواب ہوتی تھی اور ہر مرتبہ کوئی نیا نکتہ بیان فرما دیتے تھے۔ عاشورہ پاک کی تقاریر میں مجمع کثیر در کثیر ہوتا تھا۔ ان کی تقریر سُن کر سامعین پر رِقّت طاری ہو جاتی تھی۔ عاشورے کے بعد شہید اعظم کانفرنس بہت اہتمام سے منعقد فرماتے تھے۔ وہ چار چار پانچ پانچ گھنٹے بے تکان تقریر فرما لیتے تھے اور مجمع ٹَس سے مَس نہیں ہوتا تھا۔ اُن کی تقریر میں بہت رَوانی ہوتی تھی۔ کوئی چاہتا تو تقریر سُن کر لکھ سکتا تھا۔ حضور سید العلماء کی تقریر کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ اس میں موقع کی مناسبت سے مزاح المومنین کی چاشنی بھی ہوتی تھی۔

بمبئی میں اُن کے قیام کے دوران ''دیونار'' کے مذبح خانے میں مشینی استعمال شروع ہوا۔ اِس بات پر بڑی شورِش برپا ہوئی۔ حضور سید العلماء بنفسِ نفیس ''دیونار'' تشریف لے گئے اور وہاں جا کر موقع پر معائنہ کیا اور فتویٰ دیا کہ جانور کو تکلیف سے بچانے کے لیے اسے ذبح سے پہلے بے ہوش کرنا ناجائز نہیں ہے۔ سید العلماء کے فتوے کے بعد ہی بمبئی کی عوام کی بے چینی دور ہوئی۔ ایسے بے شمار وَاقعات ہیں جن میں سید العلماء کی دانش مندانہ قیادت نے شورِش شروع ہونے سے پہلے ہی فساد کا سدِّ باب کر دِیا۔ بڑے بڑے علمائے کرام کھڑک مسجد کے حجرے میں آ کر اُن سے قوم وملّت کے اہم معاملات پر مشورہ لیا کرتے تھے۔ ع

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

سید العلماء کو شعر و ادب کا ذوق اوائلِ عمر سے ہی تھا۔ مارہرہ مطہرہ میں عرسِ نوری کے مشاعرے کی صدارت اکثر آپ ہی فرماتے تھے۔ حقیقت ومجاز — دونوں رنگوں میں عمدہ شعر کہتے تھے۔

جنابِ شیخ نازاں ہیں بہت کچھ زہد وتقویٰ پر
ہمیں تو ہے فقط تیرا سہارا یا رسول اللہ
یہ سرخ وسبز رنگت مشہدِ سبطین نے دی ہے
علَم حسنین کا پرچم ہمارا یا رسول اللہ
کسی کی جے وِجے ہم کیوں پُکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سید اپنا نعرہ یا رسول اللہ

☆

خیالِ یار نے بستر لگایا قلبِ مضطر میں
یہ مہمانِ عزیز اُترا ہے کس اُجڑے ہوئے گھر میں

جھکا کے سر کو پہلے بارگاہِ ربِّ اکبر میں
تمنا ہے گزاروں عمر ساری حمدِ داور میں

☆

ہونا تھا جس کو پیر خرابات میکدہ
اس کو رہینِ جبّہ و دَستار کر دیا

☆

ترقی پر تھا اس درجہ کمالِ احمد نوری
نہیں ملتی زمانے میں مثالِ احمد نوری
رُخِ پرنور پر ستھرے میاں کا سارا نقشہ تھا
جمالِ آلِ احمد تھا جمالِ احمد نوری

☆

حفظِ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے
یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

☆

سنیوں کا پیشوا احمد رضا خاں قادری
مومنوں کا مقتدا احمد رضا خاں قادری
ذوالفقار حیدری کا جانشیں تیرا قلم
مظہر مشکل کشا احمد رضا خاں قادری

☆

مے خانے میں کیوں آتا ہے یہ واعظ بدذوق
باندھو اسے جاکر کسی منبر کی گگر سے

☆

کچھ آج رِندوں نے ایسی پی ہے رہی نہ تلچھٹ بھی خُم میں باقی
نگاہِ ساقی سے پاکے مستی چلی جو بوتل تو چل رہی ہے

☆

شیشہ مری توبہ کا اُٹھا لے گیا واعظ
صد شکر صراحی تو بچی اس کی نظر سے

☆

ساتھ اپنے قبر میں جو یادِ جاناں لے چلا
خانۂ تاریک میں شمعِ فروزاں لے چلا
اور کچھ لے کر چلا ہوں یا نہیں کس کو خبر
شکر ہے سیّد بچا کر اپنا ایماں لے چلا

خوش عقیدہ مسلمانوں کے عقائد کی تبلیغ کے خاطر آپ نے دومختصر ناوِل بھی تحریر فرمائے۔(۱) مقدّس خاتون (۲) نئی روشنی۔ عوام وخواص میں اُن کی خوب پذیرائی ہوئی۔آج بھی اصحابِ ذوق انہیں شوق سے پڑھتے ہیں۔

حضور سید العلماء بہت سادگی سے رہتے تھے۔گرمیوں میں لٹھّے کا پاجامہ اور وائل کا کرتا پہنتے تھے اور دوپلّی ٹوپی لگاتے تھے۔سردیوں میں صدری کا اِضافہ کرلیتے تھے۔اکثر سیاہ عمامہ باندھتے تھے۔بالوں میں مہندی لگاتے تھے لیکن اخیر عمر میں مہندی لگانا چھوڑ دی تھی۔

میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کے والد اور والدہ سب سے زیادہ انہیں کو چاہتے تھے۔حضور سید العلماء اپنے بھائیوں بہنوں میں سب سے زیادہ میرے والدِ مکرّم حضور احسن العلماء قدس سرہٗ کو چاہتے تھے۔میرے والد بھی انہیں بہت چاہتے تھے۔عمر میں بارہ سال کا فرق ہونے کے باوجود ان دونوں بھائیوں میں تعلق کی نہج دوستانہ تھی اور ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر اور گفتگو کر کے دونوں بہت خوش ہوتے تھے۔حضور احسن العلما کی تمام اولادوں کے نام حضور سید العلماء نے ہی تجویز کیے تھے۔

مشاعرۂ عرس نوری کی محفل میں جانے سے پہلے دونوں بھائی ایک دوسرے کو اپنا اپنا کلام سناتے تھے۔اس موقع پر دادا حضرت بھی تشریف فرما ہوتے تھے۔اور اس پیش مشاعرۂ محفل کی جائے وقوع ہوتی تھی سید العلما کے مکان کا اَندرونی کمرا۔ہماری

بڑی اماں چائے بنا بنا کر بھیجتی رہتی تھیں اور میں بھی وہیں کسی کونے میں مبہوت بیٹھا ہوتا تھا۔ میرے اَدَبی ذوق کے تشکیلی عناصر میں ان محفلوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ شعر وسخن کے معاملے میں بڑے ابّا کی شاگردی کا شرف رکھتا ہوں۔

مشاعرۂ عرسِ نوری میں پڑھنے کا مجھے بہت شوق تھا۔ والدہ محترمہ طرحی مصرعے پر لکھ کر دے دیتی تھیں۔ جب وہ منقبت یا غزل بڑے ابّا کو دِکھاتا تو وہ مسکرا دیتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مجھے میری والدہ نے لکھ کر دی ہے۔ وہ خود بھی دو تین اَشعار کہہ کر مجھے دے دیتے تھے اور میں مُشاعرے میں جا کر انہیں پڑھ کر خوب داد لیتا تھا۔

مجھے تعویذ لکھنا بھی اُنہیں نے سکھایا۔ وہ شطرنج کی بِساط پر تعویذ کے خانوں کی ترکیب سمجھاتے تھے۔ میں بہت چھوٹا تھا، غالبًا ۸/ یا ۹/ سال کا۔ عُرسِ قاسمی برکاتی کی ایک محفل کے بعد حافظ ظہیر الدین مرحوم ومغفور، مدیر ''استقامت ڈائجسٹ'' نے مجھ سے کہا کہ سید العلماء درگاہ کے صحن میں بیٹھے ہیں۔ آپ جا کر ان سے کہیے کہ بڑے ابّا آپ اپنی خلافت مجھے دے دیں۔ میں خلافت کے آداب تو آداب نام سے بھی ٹھیک سے واقف نہیں تھا۔ میں بڑے ابّا سے بے تکلف تھا۔ گیا اور کہہ دِیا کہ بڑے ابّا آپ مجھے خلافت دے دیں۔ وہ متعجب ہوئے۔ فرمایا کس نے کہا تم سے؟ میں نے جواب دیا کان پور والے حافظ صاحب نے... مسکرا دیے۔ اُسی وقت مٹھائی منگوائی، نیاز دی اور مجھے خلافت سے نوازا۔ میری منقبت کا ایک شعر ہے ؎

ابھی بھی یاد ہے اشرفؔ کرم کا وہ منظر
خلیفہ کر کے مٹھائی بھی خود ہی منگوائی

اُس دِن کے بعد سے انہوں نے مجھے 'خلیفہ جی' کہنا شروع کر دیا۔ خطوط میں بھی تخاطب اسی نام سے ہوتا تھا۔

حضور سید العلماء نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں بہت معرکے کی زندگی گزاری۔ وہاں سے انہوں نے سرجری اور میڈیسن میں ڈپلوما کیا تھا اور وہ فلسفی حکیم عبد الطّیف کے عزیز ترین شاگردوں میں ایک تھے۔ وہ نوجوانی کا عالمِ آشفتگی تھا کہ علی گڑھ سے مارہرہ شریف کا ۶۵/کلومیٹر کا فاصلہ وہ سائیکل سے طے کر کے اپنے وطنِ عزیز پہنچتے تھے۔ فیس کی رقم لے کر اُسی دِن واپس بھی آجاتے تھے۔ راستے میں کسی چلتے ہوئے کولہو کے پاس ستانے کے لیے بیٹھتے تو فراخ دِل کسان اُن کی تواضع گنّے کے رَس سے کرتا۔ یہ واقعات خود بڑے ابّا نے مجھے سُنائے تھے۔

بڑے ابّا پر سب سے پہلا مضمون بھی راقمِ حروف نے لکھا تھا۔ برادرِ محترم سید شاہ آلِ رسول نظمی قدس سرہٗ کی فرمائش تھی کہ ابّا پر مضمون لکھ دو۔ وہ مضمون اِنقلاب میں چھپا تھا یا رِسالہ ''صبح امید'' میں۔ یہ یادنہیں۔ اغلبِ خیال یہ ہے کہ اِنقلاب میں چھپا تھا یا اردو ٹائمز میں۔ یہ ۱۹۷۷ء کی بات ہے۔

اَب پچاس برس بعد میرے عزیز بھتیجے عزیزی مولانا سید محمد اَمان، وَلی عہد حضور امین ملّت مدظلہٗ العالی اور عزیز بھانجے عزیزی احمد مجتبیٰ صدیقی کی فرمائش پر یہ مضمون لکھا ہے۔ دونوں مرتبہ عجلت میں مضمون لکھے گئے۔ اِستعارے اور تشبیہات اُس وقت بھی استعمال نہیں ہوئے تھے آج بھی کام میں نہیں لائے گئے۔ دونوں مرتبہ اصل مقصد اپنے شفیق بڑے ابّا کو یاد کرنا تھا، اُن بڑے ابّا کو جن کو بے شمار افراد آج پچاس برس گزرنے کے بعد بھی ایسے یاد کرتے ہیں جیسے اُن کا وِصال کل ہی ہوا ہو۔

وے صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

سید مارہرہ کی شانِ قیادت اور تھی

از۔ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی، جوائنٹ سکریٹری، البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی، علی گڑھ (یو. پی)

ماضی قریب میں خانوادۂ برکاتیہ کی نشاۃ ثانیہ جن مشائخ کے نام معنون ہے ان میں سب سے زیادہ عیاں نام نامی حضرت سیدنا شاہ ابو القاسم اسماعیل حسن، صاحبِ عرس قاسمی اور حضور تاج العلما حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں مارہروی قدست اسرارہما کے ہیں۔اول الذکر شیخ بزرگ کو آج ''مجدد برکاتیت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کا سب سے احسن تجدیدی کارنامہ دو ایسے نابغۂ روزگار مشائخ عظام کی تربیت ہے جنہوں نے اس پورے خانوادے کے وقار کی حفاظت کی اور امام سلسلۂ برکاتیہ حضور صاحب البرکات کے پیغام اور ان کے مسلک کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کرایا۔یعنی حضرات سید ین مارہرہ یہ وہ دونفوس قدسیہ ہیں جن سے سلسلۂ برکاتیہ کا اجراء نہ صرف بڑے پیمانے پر ہوا بلکہ خانقاہی روایات کی ایسی داغ بیل ان کے زمانے میں پڑی کہ خانقاہِ برکاتیہ، اکابر مشائخ کی تعلیمات اور موجودہ اراکین کے پرعزم واحسن اقدامات کے سبب عصرِ حاضر کی خانقاہوں کی آبرو تصور کی جانے لگی۔حضور احسن العلما قدس سرہٗ نے خانقاہ برکاتیہ میں جلوہ فرماتے ہوئے استقلال اور استحکام کے ساتھ خانقاہِ مارہرہ کو اپنے علم وعمل او رروحانیت سے تشنگانِ معرفت کی آرزؤں اور امیدوں کی آماج گاہ بنادیا تو دوسری طرف حضور سید العلما قدس سرہٗ نے استقامت فی الدین پر قائم رہتے ہوئے اپنی تمام قائدانہ صلاحیتوں سے سواد اعظم اہلِ سنت کو مجتمع کیا اور ایسی مضبوط ملّی اور روحانی قیادت عطا فرمائی کہ آج موجودہ دور میں سیّد مارہرہ کے نقش قدم قائدین ملت کے لیے مشعل راہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کے وصال کو ۵۰/سال ہونے کے بعد بھی اہل سنت وجماعت کے افراد اُس سنہرے دورِ اتحاد کو سید العلما کی مساعئ جمیلہ کے حوالے سے یاد کرتے ہیں کہ جب سواد اعظم اہل سنت کے اکابر علما ومشائخ ایک ایوان میں جمع ہوکر سید العلما کی قیادت وصدارت میں دین اور سنیت کا پرچم بلند کئے ہوئے تھے۔حضور محدث اعظم، حضور مفتئ اعظم، حضور برہان ملت اور حضور حافظ ملت قدست اسراہم جیسے اکابر حضور سید العلما علیہ الرحمہ پر کلّی اعتماد کا اظہار کررہے تھے۔لہٰذا اپنے بزرگوں کو متحد دیکھ کر عوام اہل سنت بھی متحد تھے۔

سید العلما کی قیادت ایسی عظیم الشان اور نمونۂ عمل تھی کہ ایک مرتبہ حضور سید العلما کانپور کے اسٹیشن پر ممبئی سے اترے، کانپور میں کسی ملّی مسئلے پر ہنگامہ تھا۔ایک جم غفیر اکٹھا مضطرب اور بے قرار تھا۔سید العلما اترے اور ایک مسجد جو اس جائے وقوع کے نزدیک تھی، اس کے حجرے میں تشریف لے گئے اور مائک کھولا اور فرمایا آپ حضرات اپنے اپنے گھروں کی جانب رُخ کریں اور رخصت ہو جائیں، ہم آ گئے ہیں، اب اس مسئلے کو ہم دیکھیں گے۔یہ کہنا تھا اور بھیڑ منتشر ہوئی اور معاملہ سنگین ہونے سے بچ گیا اور یہ اس لیے ہوا کہ سید العلما کی زبان اور کردار پر عوام الناس کو یقین تھا اور یہ اس لیے تھا کہ مارہرہ کے

اس درویش نے حکومت اور صاحبان ثروت کے ایوانوں میں قوم کے مستقبل کو ذاتی مفاد کے بدلے گروی نہیں رکھا تھا۔

ممبئی کی سرزمین پر سید العلما مارہروی کی ظاہری اور باطنی حکومت اظہر من الشّمس ہے۔ کون سی ایسی بڑی ملّی، مسلکی و مشربی تحریک ہے جو ان کی رہنمائی اور قیادت کی مرہون منت نہیں ہے۔ جلوس غوثیہ کی قیادت ہو، ذبیحہ کی شرعی حقیقت کا معاملہ ہو، ذکر شہدائے کربلا کی محافل کا قیام ہو یا ہندوستانی مسلمانوں کے منجملہ مسائل کی پیروی ہو، خانقاہِ برکاتیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے سید العلما نے پوری زندگی ان تمام دینی و ملّی معاملات کے لیے وقف فرمادی۔

سید العلماء کا ایک وصف جو ان کے معاصرین میں انہیں ممتاز کرتا ہے وہ تھی ان کی بے باکی۔ ایسی بے باکی کہ حکومت کا سربراہ ہو یا بڑے سے بڑا رئیس وقت یا رسوخ دار انسان ہو، اگر سید العلما کو کوئی معاملہ ملی مفاد کے خلاف یا شریعت سے تجاوز کرتا ہوا دکھائی دیتا تو پھر ''موتم اشبال'' کے اس ''زیدی شہزادے'' کے خون میں جوش آنا لازم ہو جاتا تھا اور جب انہیں جلال آتا تو باطل کا مطلع چھٹ جایا کرتا تھا، بقول حضرت شرف ملت ؎

جمال دیکھا تو پہروں انہیں کو تکتے رہے
جلال دیکھا تو پھر آنکھ ہی نہ ٹِک پائی

یہ وہ ذات تھی جس نے حکومت کے ایوانوں سے مجوزہ کرسی کو یہ کہہ کر واپس کردیا کہ ہمیں کسی کرسی کی حاجت نہیں آلِ مصطفیٰ کے پاس آیۃ الکرسی ہے، ان کے دور کے وزرائے مملکت بھی مارہرہ کے اس سید کی دھمک سے اچھی طرح واقف تھے۔ ایک مرتبہ کسی ملّی مسئلے پر براہ راست اس دور کے وزیر اعظم سے فرمایا کہ:

''اگر حکومت نے شریعت سے چھیڑ چھاڑ کر کے کوئی قانون بنایا تو آلِ مصطفیٰ پہلا آدمی ہوگا جو اس قانون کی خلاف ورزی کرے گا''۔

سید العلما ایسی جرأت مندی کا اظہار اپنے حجرے میں بیٹھ کر مریدوں کے کانوں میں نہیں کرتے تھے بلکہ بہ بانگ دہل لاکھوں کے مجمعے میں اپنی ایمانی قوتوں کا مظاہرہ کرتے تھے۔ کانپور کے ایک سنی صحیح العقیدہ امیر نے سیاست میں آنے کا ارادہ کیا، وہ صاحب سید العلما کے رسوخ سے واقف تھے، لہٰذا ارادت مندوں میں اپنی نیت کا اظہار کیے بغیر شامل ہو گئے لیکن دھیرے دھیرے صحیح معنی میں عقیدت مند ہو گئے۔ حالاں کہ بعد میں وہ Election میں کھڑے بھی ہو گئے لیکن حضور سید العلما سے اظہار نہیں کیا۔ ان کے Election کے دوران ''سنی جمعیۃ العلماء'' کا اجلاس ہوا۔ جلسے کے اخیر میں سید العلما کو مذکورہ صاحب کے حامیان نے پرچیاں بھیجنا شروع کیں کہ پھول کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ 'پھول' ان عقیدت مند کا چناؤ نشان تھا۔ اب سید العلما کی فہم و دانش دیکھئے کہ فرمایا کہ ہماری تنظیم اور ہماری خانقاہ پارٹی سیاست سے بے نیاز ہے، ہم سیاسی نہیں ہیں، لہٰذا الیکشن میں خانقاہِ برکاتیہ کے سجادہ اور سنی جمعیۃ العلما کے صدر کا کوئی موقف نہیں، ہاں آلِ مصطفیٰ سے اگر پھولوں کے بارے میں پوچھتے ہو تو کون ایسا شخص ہوگا جو گلے میں پھول ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا آلِ مصطفیٰ کو بھی پھول پسند ہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ عقیدت جائز طریقے سے رنگ لائی اور وہ صاحب فتح مند ہوئے۔ (یہ واقعہ راقم سے کانپور کے ایک وکیل نے میری طالب علمی کے دور میں ہاسٹل میں بیان کیا جو یہ نہیں جانتے تھے کہ میں حضور سید العلما کا حقیقی نواسہ ہوں)۔

خانقاہِ برکاتیہ کے ترجمان رسالے ''اہل سنت کی آواز'' کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک حیرت انگیز انکشاف یہ ہوا کہ اس قدیم دور میں ہر قسم کے وسائل محدود تھے۔تب ہمارے اکابرین نے کس جانفشانی کے ساتھ قوم کو اپنی متحرک اور فعال قیادت عطا فرمائی اور قوم وملت کے متحدہ ملیّ اور سیاسی مسائل میں شریعت مطہرہ کو سامنے رکھ کر باطل کے ایوانوں میں حق کی آواز بلند کی۔

مارہرہ مطہرہ میں تقسیم ہند کے زمانے میں حضور تاج العلما قدس سرہٗ کی سرپرستی میں ''مرکزی جماعت اہل سنت'' کے نام سے تنظیم قائم کی جس کے نائب صدر حضور احسن العلما اور جنرل سکریٹری حضور سید العلما قدست اسرارہما تھے۔اس تنظیم نے کانگریس اور مسلم لیگ کی تقسیم ہند کی پالیسی سے نہ صرف انحراف کیا بلکہ پُر زور مذمت کرتے ہوئے کانپور، ممبئ، گونڈا اور کاٹھیاواڑ میں زبردست تبلیغی اجلاس منعقد کر کے مسلمانوں کو بیدار کیا۔اگر چہ اس میں بہت سے اپنے بھی کچھ کشیدہ وکبیدہ ہوئے لیکن خانقاہِ برکاتیہ کے فرزندوں نے اپنے موقف کا برملا اظہار فرمایا اور اس دور میں لیگی پالیسی کے خلاف حضور تاج العلما کی سرپرستی میں جماعت کے اراکین سید العلما کی قیادت اور احسن العلما کی حمایت میں ایک باقاعدہ وفد کے ساتھ اپنی مخالفت کا اندراج کرنے کے لیے آگے آئے۔

حضور سید العلماء نے اپنے خال محترم اور برادر عزیز کے ساتھ ترک موالات، خلافت موومینٹ، تقسیم ہند، جنگ آزادی جیسے متعدد مسائل پر مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔اس وقت تو ان باتوں کا ذکر راقم ضمنی طور پر حضور سید العلما کے حوالے سے کر رہا ہے لیکن یہ موضوع طویل مقالات کا متقاضی ہے۔تا کہ ہماری نسلیں ہمارے اکابر کے مذہب وملت کے تئیں اخلاص، جرأت مندی اور حمیت دینی سے آشنا ہو کر اپنے حوصلوں اور عزائم کو بلند تر کر سکیں اور باطل پرستوں کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کر سکیں۔

حضور سید العلما اپنے مسلک اور مشرب کے معاملے میں تعصب کی حد تک متصلب تھے۔ جب خال محترم حضرت سید ملت (نظمی میاں) قدس سرہٗ جامعہ میں زیر تعلیم تھے تو ان کو ایک خط میں رقم فرمایا کہ:

''جامعہ میں ''ع'' اور ''غ'' بہت ہیں، ماحول سے متأثر مت ہو جانا ورنہ خراب انگلی کی طرح کاٹ کر پھینک دوں گا''۔

یہ بات کہنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ ایک سچے عاشق رسول ہونے کی نشانی ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت سے روشنی حاصل کر رہا ہے۔

حضور سید العلما کی وہ تحریرات جو ایک اہل حدیث مولوی کو ارسال کی گئی تھیں ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مارہرہ کا یہ سیّد اپنے مسلک کا کتنا بڑا ترجمان تھا۔ وہ صحیح معنی میں مسلک شاہِ برکت اللہ کے نقیب تھے۔اسی لیے وہابی، دیوبندی و رافضی خیمے حضور سید العلما کے نام سے تھرّاتے تھے۔ایک مرتبہ شاہ سعود ہندوستان آئے بڑا استقبال ہوا۔سید العلما کے حجرے کے نزدیک ایک مٹھائی کی دوکان تھی وہاں بورڈ لگا تھا کہ سعودی برفی۔سید العلما اپنی قیام گاہ سے اترے اور اس دوکان دار سے کہا کہ کوئی اچھی مٹھائی دو۔اس نے کہا مولانا صاحب یہ اسپیشل برفی ہے ''سعودی برفی''۔ حضور سید العلما نے ارشاد فرمایا:

''استغفر اللہ! یہ تو حرام ہے، غیر اللہ کا نام لگ گیا''۔

دوکان دار بولا کیسے؟

تو فرمایا کہ:

’’جیسے بڑے پیر صاحب کی گیارہویں اور خواجہ صاحب کی چھٹی کا تبرک غیر اللہ کے نام لگنے سے حرام ہے ویسے ہی‘‘۔

دوکان دار مسکرا کر بولا:

’’مولانا خریدنے نہیں بتانے آئے تھے‘‘

راقم یہ بات پورے وثوق کے ساتھ عرض کر رہا ہے کہ سنیت اور عقیدے کی پختگی کے لیے دعوت وتبلیغ کے حوالے سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی مسلکی تحریک اور ان کی ذات کا تعارف جس ایماندارانہ اور والہانہ انداز میں حضور سید العلما نے فرمایا اس کی دوسری نظیر ہمیں صرف مارہرہ مقدسہ میں حضور احسن العلما قدس سرہٗ کی شکل میں ہی میسر ہوتی ہے۔ انہوں نے نگر نگر، ڈگر ڈگر اعلیٰ حضرت کو اپنے خانوادے کے بزرگوں سے زیادہ متعارف کرایا بلکہ عقیدت کا یوں بھی اظہار کیا ؎

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے
یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

اور خانوادۂ رضا کے ترجمان صادق حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے بھی سیّد مارہرہ کی اس محبت کا جواب ایسا عقیدت مندانہ دیا کہ آج بھی حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کا وہ عمل ہمارے سامنے بے نظیر ہے کہ جب ’’سنی جمعیۃ العلماء‘‘ کے کچھ جاہ وحشم سے محبت رکھنے والے مولیوں کی کج مج آرائیوں سے حضور سید العلما ناراض ہوئے اور مستعفی ہوگئے تو حضرت مفتی اعظم ممبئی تشریف لے گئے اور اپنے مخدوم زادے کے قدموں میں اپنے عمامے کو رکھ کر فرمایا کہ حضرت یہ عمامہ جبھی اٹھے گا جب استعفیٰ واپس ہوگا۔ حضرت مفتی اعظم حضرت سید العلماء کے وصال کے بعد بہت عرصے تک یہ ماننے کو تیار نہیں ہوئے کہ سید میاں اب دنیا میں نہیں ہیں۔ ایسے وسیع معاملات تھے کہ حضرت مفتی اعظم ہر آنے والے سے دریافت فرماتے کہ سید میاں کیسے ہیں؟

خانقاہِ برکاتیہ کے ان اکابرین ہی کی تعلیمات کا اثر ہے کہ اُن کے جانشین اور اراکین اپنے گھرانے سے وابستہ خلفائے کرام کے خانوادوں سے بے حد محبت کے مراسم رکھتے ہیں۔

حضور سید العلما کے والد ماجد حضرت آل عبا مارہروی قدس سرہٗ ’’مدرسۃ العلوم‘‘ کے مایۂ ناز طلبہ میں شمار ہوتے تھے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین اور رشید احمد صدیقی صاحب کے معاصر تھے۔ لہٰذا اپنے والد کی سنت پر چلتے ہوئے نانا ابّا علیہ الرحمہ بھی علی گڑھ گئے اور ہاسٹل میں رہ کر طب یونانی کی تعلیم حاصل کی۔ شفاء الملک حکیم عبد اللطیف کے معروف ومحبوب طلبہ میں سے تھے اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں مولانا نمبر وَن کہلاتے تھے۔ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت سید العلما کتنے متحرک اور مقبول ہوں گے کہ یونیورسٹی کے طلبہ ان کو پہلے پائیدان پر رکھتے تھے۔

میرے نانا ابّا نقیب مسلک برکاتیت حضور سید العلما، سند العرفا سید شاہ اولاد حیدر سید میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک خوش

الحان قاری، ایک مستند حافظ قرآن کریم، ایک فقید المثال خطیب، ایک ماہر نباض اور ممتاز حکیم، حضور صدر الشریعہ کے ممتاز تلمیذ رشید، عظیم الشان قائد ملت، ایک ماہر عالم دین، ایک صاحب اسلوب ادیب اور ایک نابغۂ روزگار شاعر تھے۔ ان کی نعت ومناقب وغزلیں جمالیاتی حسن، تغزل اور عبدیت کا عظیم شاہکار ہیں۔

نزاکت تیری پھولوں میں لطافت تیری شبنم میں
حیا تیری قمر میں ماہ میں انجم میں اختر میں

☆

کسی کی جے وجے ہم کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سید اپنا نعرہ یا رسول اللہ (ﷺ)

ہندوستان کی اقلیم ولایت کے تاج دار غریب نواز سلطان الہند کی بارگاہ میں فرماتے ہیں ۔

ہے قلم رو میں ترے ہند کی پوری اقلیم
ہند کے سارے ولی تیری رعایا خواجہ
بربطِ عشق پہ مضرابِ عمل سے تو نے
نغمہ توحید کا کیا خوب سنایا خواجہ

میرے آقائے کریم مرشدِ ولیٔ نعمت تاج دار مارہرہ سرکار نور کی بارگاہ میں یوں مدح سرا ہوتے ہیں ۔

فلک پے نکہت برس رہی ہے زمین نغمے سنا رہی ہے
وہ دیکھو مشرق میں صبح پھوٹی سواری نوری کی آ رہی ہے

اپنے نانا ومرشد حضور مجدد برکاتیت کی بارگاہ میں ان کا سید السادات نواسہ یوں عرض کرتا ہے ۔

بغداد کا نمونہ مارہرہ بن گیا ہے
اجمیر کی فضا ہے دربارِ شاہِ قاسم

غزل کے شعر میں فرماتے ہیں ۔

مانگ لیتے ہیں کبھی سورش مژگان انا سے
ڈال کر تار نگا زخم سیاہ کرتے ہیں

☆

بایں ریشِ مقدّس آپ بھی پینے لگے سیّد
ارے توبہ یہ رنگت آپ نے قبلہ کہاں بدلی

☆

اب نہ آئے گی چمن میں بھول کر فصلِ بہار
رونقِ گلشن تو وہ جانِ گلستاں لے چلا

لاکھوں سلام اس مرد مجاہد کی قبر اطہر پر جس نے صاحب البرکات کے مشن پر اپنی جان نثار فرمائی۔ عقیدتوں کے پھول ان قدم ہائے مبارکہ میں جنہوں نے حضور صاحب البرکات، حضور شمس مارہرہ کی نورانی وعرفانی ضیاؤں سے ہم برکاتی غلاموں کو روشن کیا۔ آخر میں ان کا خادم اور ان کی لاڈلی بیٹی کا یہ ناکارہ بیٹا اس خواہش کے ساتھ قلم رکھ رہا ہے ۔

احمد کے سر پر رکھ دیں گے ان شاء اللہ نانا جان
دست شفقت روزِ قیامت سید العلما زندہ باد

☆

ذات سید العلماء میں اوصاف وکمالات کی نیرنگیاں

سید العلماء کے پچاسویں عرس (۱۱ر جمادی الآخرہ ۱۴۴۴ھ/۴ر جنوری ۲۰۲۳ء) کی مناسبت سے لکھی گئی تحریر

از: مولانا محمد عارف رضا نعمانی مصباحی، ایڈیٹر پیام برکات، علی گڑھ

ہندوستان کا طول وعرض صوفیہ اور اولیا کے مبارک وجود سے منور اور تاباں ہے۔جس خطے پر نظر ڈالیں اللہ کے ولیوں کی حکمرانی ہے اور یہ رب کی مرضی ہے کہ اس کے نیک اور برگزیدہ بندے اپنے وجود مسعود سے مخلوق خدا کی راہ حق کی طرف رہنمائی کرتے رہیں، ان کے باطن کی تاریکیوں کو معرفتِ الٰہی کے نور سے منور کرتے رہیں اور ان کو آنے والی نسلوں کی ہدایت اور رہبری کے لیے تیار کرتے رہیں، تاکہ دین حق کا پیغام عام ہوتا رہے اور فروغ علم ومعرفت کا سلسلہ صبح قیامت تک جاری رہے۔

انھیں خطوں میں شمالی ہند کے مشہور قصبہ مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔اس بستی میں قادری صوفی درویشوں کی خانقاہ ہے جو بانی سلسلہ برکاتیہ سید شاہ برکت اللہ عشقی پیمی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان (ولادت ۱۰۷۰ھ/ وصال ۱۱۴۲ھ) کے نام سے منسوب ہے۔آپ کے آباو اجداد عراق کے مشہور شہر ''واسط'' سے ہجرت کرکے سلطان التمش کے دور میں علاقہ بلگرام آئے اور اس کو فتح کرکے یہیں آباد ہو گئے۔پھر حضور صاحب البرکات نے تین صدی پیشتر بلگرام سے ہجرت کرکے مارہرہ کو اپنا دائمی مسکن بنایا اور یہیں پر مخلوق خدا کی ہدایت و رہنمائی کرتے ہوئے اپنی جان، جاں آفریں کے سپرد کر گئے۔اس خانقاہ سے برصغیر ہند وپاک اور بیرونی ممالک میں سلسلہ قادریہ کو خاص فروغ حاصل ہوا ہے۔ حضور صاحب البرکات سے لے کر اب تک ہر دور میں اس خانوادے کے شہزادگان اور سجادگان سلوک ومعرفت کے آفتاب و ماہتاب بن کر انوار علم ومعرفت سے عالم کو منور کرتے رہے۔

ماضی قریب میں خانوادہ برکات کی ایک نابغہ روزگار شخصیت قائد ملت سید العلماء حضرت مفتی سید اولاد حیدر آل مصطفےٰ عرف سید میاں قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان کی گزری ہے۔جن کے وصال کو ۱۱ر جمادی الاخریٰ ۱۴۴۴ھ میں ۵۰ر برس مکمل ہو رہے ہیں۔وابستگان سلسلہ برکاتیہ ملک کے طول وعرض میں آپ کے پچاسویں عرس کو بڑے ہی اہتمام سے منا رہے ہیں۔ان کی حیات وخدمات کو قرطاس وقلم کے ذریعے منظر عام پر لا رہے ہیں۔ رسائل وجرائد میں خصوصی نمبرات شائع کر رہے ہیں۔ان کی یاد میں محفلیں منعقد کر رہے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ اسلاف شناسی کے اہم ذرائع ہیں۔اسلاف شناسی سے قوموں کی زندگی اور تعمیر وترقی کا ثبوت ملتا ہے۔

حضور سید العلما علیہ الرحمۃ کی ذات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیشمار اوصاف وکمالات ودیعت فرمائے۔آپ عظیم قائد تھے، دوربیں مفتی تھے، عالم باعمل تھے، بے مثال خطیب تھے، طبیب

حاذق تھے، ادیب لبیب اور شاعر بے نظیر تھے، غرض کہ ایک ذات مختلف علوم وفنون کا سرچشمہ تھی۔ ان تمام خوبیوں کے پیش نظر آپ کی شخصیت عوام وخواص میں یکساں طور پر مقبول تھی۔ آپ کے فیصلوں کا احترام کیا جاتا تھا۔ آپ کی سرپرستی قبول کی جاتی تھی بلکہ باعث افتخار مانی جاتی تھی۔ آپ علم وعمل کے پیکر تھے۔ اخلاص ووفا کے خوگر تھے۔ تصلب فی الدین کمال کا تھا۔ جو آپ کی تقریروں، تحریروں اور مکتوبات سے ظاہر ہے۔ زندگی بھر سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی خدمت پر قائم رہے۔ آپ کا مسلک، مسلک اعلیٰ حضرت تھا۔ اسی پر مضبوطی سے قائم رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ آپ نے دنیائے سنیت کو ایک نعرہ دیا:

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمے دار ہے
یاالٰہی! مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

اس سے آپ کا اعلیٰ حضرت سے سچا عشق جھلکتا ہے۔ آپ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کے شیدائی تھے، آپ کا تذکرہ سن کر تڑپ جایا کرتے تھے۔ ان کی محبت آپ کی رگ جاں میں بسی ہوئی تھی۔ جس کا جلوہ آپ کی زندگی میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔

ممبئی میں ورود مسعود:

حضور سید العلما علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ ممبئی میں گزارا۔ ۱۹۴۹ء میں ممبئی کی سرزمین کو اپنے ورود مسعود سے شرف بخشا۔ اہل ممبئی کو اپنی ذات سے، علمی، تنظیمی صلاحیتوں اور قائدانہ فکر وتدبر سے بہت نفع پہنچایا۔ ۱۹۵۸ء میں "آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء" کا قیام اور اس کے ذریعے دین وسنیت کی بیش بہا خدمات آپ کی قائدانہ صلاحیت کی اعلیٰ مثال ہے۔ آپ نے اس تنظیم کے ذریعے ہندوستان بھر کے منتشر سنیوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ سیاسی، ملی اور سماجی مسائل پر ملک بھر میں متعدد کانفرنسیں منعقد کیں۔ جگہ جگہ اجلاس منعقد کیے اور لوگوں کے مختلف مسائل کا حل پیش کیا۔

ہندوستان فسادات کی آماجگاہ ہے، اکثر و بیش تر یہاں فسادات پھوٹتے رہتے ہیں اس لیے تمام باشندگان ہند کی حفاظت جان و مال اور تحفظ عزت وآبرو کے لیے چند جیالے اور بااثر افراد پر مشتمل ایک تنظیم بنام "مجلس انسداد فسادات" کی تشکیل ہوئی، اس مجلس کا چیرمین حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کو چنا گیا۔

(پیام برکات، ص ۱۹، حضور سید العلماء نمبر)

اس سے بھی آپ کی شان قیادت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ملک بھر میں ہوئے مختلف فسادات میں فساد زدگان کی امداد اور دل جوئی کے لیے ریلیف کمیٹیاں قائم کیں۔ ان مقامات کا دورہ کیا اور حفاظتی تدابیر اپنائیں۔ یہ کارنامے آج بھی ایک سچے قائد کے لیے نمونہ ہیں۔ جس کی مثالیں اب خال خال نظر آتی ہیں۔

مکتوب نگاری کے جوہر:

مکتوب نگاری، انشا پردازی کی ایک دل کش صنف ہے۔ مکتوبات کے ذریعے مکتوب نگار کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا جا سکتا ہے۔ ذہنی وفکری بالیدگی اور علمی و ادبی کمال کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ جب ہم حضور سید العلما کی مکتوب نگاری پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کے مکتوبات میں دینی، علمی، اخلاقی، سماجی اور سیاسی رہنمائی بڑے اچھے

اوراعلیٰ پیمانے پر ملتی ہے۔آپ کے مکتوبات میں خلوص وللّٰہیت، خشیت ربانی، صبر وتوکل، تصلب فی الدین، دین وسنیت کے لیے ایثار وقربانی، امت مسلمہ سے خیر خواہی جگہ جگہ کارفرما نظر آتی ہے۔ اپنے فرزند دل بند حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی علیہ الرحمہ کے نام ایک خط تحریر کرتے ہیں جب آپ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی تشریف لے گئے تھے۔فرماتے ہیں کہ

''دین و مذہب کے معاملے میں بفضلہٖ تعالیٰ میں نے اپنے نزدیک تمھیں پختہ کر دیا ہے۔تم نے برسوں میرے ساتھ رہ کر میری تبلیغی، دینی، مذہبی زندگی کے اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں، وہ عقائد و اصول جو''خانقاہ برکاتیہ'' کے بزرگان کرام قدست اسرار ہم سے مجھے امانت میں ملے، میں نے تمہارے حوصلے اور ضرورت کے لائق اچھی طرح تمھیں بتا دیے، گنا دیے ہیں، بس اس معاملے میں سنو سب کی اور رہو وہیں جس محور پر میں نے تمھیں کھڑا کر دیا ہے۔''

مکمل خط''ماہنامہ اشرفیہ کے سید ین نمبر،ص ۵۱۶ تا ۵۱۸'' پر موجود ہے۔یہ خط آپ کے بیٹے کی دینی، علمی اور اخلاقی تربیت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔اس میں آپ نے اپنے فرزند کو ضروری ہدایات اور بیش قیمت نصیحتیں کی ہیں جو عام مسلمانوں کے لیے بھی قابل عمل ہیں۔آپ کے مکمل مکتوبات چوں کہ ایک ساتھ شائع نہیں ہوئے، کہاں کہاں موجود ہیں اس کی بھی صحیح خبر نہیں۔

آپ کے خلیفہ صوفی سخاوت علی قادری بانی ''دارالعلوم برکاتیہ مؤیدالاسلام'' مگہر ضلع سنت کبیر نگر نے اپنے دارالعلوم کی تعمیر و ترقی کے حوالے سے آپ سے خط و کتابت کی تو حضور سید العلماء علیہ الرحمہ نے نہایت مشفقانہ انداز میں جوابی خطوط لکھے اور آپ وقتاً فوقتاً دارالعلوم کا حال دریافت کرتے، حوصلہ افزائی کرتے، مفید مشوروں اور نیک دعاؤں سے نوازتے۔یہ مکتوب سید ین نمبر ص ۶۷۴ تا ۶۸۳ پر شائع ہوئے ہیں۔ان کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضور سید العلما کے سینے میں دین وسنیت کی خاطر کیسا جذبہ، کیسی ہمدردی اور کیسی لگن تھی۔ان مکتوبات میں ایک جگہ رقم طراز ہیں:

''مدرسے میں مزید تعمیر سے دل کو از حد خوشی ہوئی، مولیٰ عزوجل جلالہ وہ دن لائے کہ برکاتیہ مویدالاسلام تم سب کے ہاتھوں اپنی تعلیمی اور تعمیری منزلیں پوری کر کے بستی اور گورکھ پور کے سنگم پر ایک شاندار اور سنی دار العلوم کی شکل میں رونق افروز ہو جائے۔آمین۔یاد رکھو! کہ مؤیدالاسلام کی ترقی اور ہر گام پر شاندار کامیابی میرے دل کی بہترین تمنا ہے۔مولیٰ عزوجل فقیر کو اتنی توفیق عطا فرمائے کہ فقیر بھی اپنے مبارک مدرسے کی دل کھول کر خدمت کر سکے۔آمین''

آپ دارالعلوم کی ترقی کے لیے ہر طرح سے تعاون کرتے، اوراد و وظائف بھی بتاتے تا کہ رکاوٹیں دور ہوں اور دین کا کام روز افزوں ہو۔مدارس ترقی کریں، دین کے قلعے مضبوط ہوں۔سرکار مفتی اعظم ہند کی محبت میں آپ ''دارالعلوم مظہر اسلام'' بریلی شریف اکثر دستار بندی کے جلسے میں تشریف لاتے۔خصوصی خطاب فرماتے اور ''دارالعلوم مظہر اسلام'' کے تعلیمی سفر کو جاری وساری رکھنے کے لیے سنی عوام وخواص کو متوجہ کرتے اور اس کے عروج وارتقا کے لیے دعائیں بھی کرتے۔

''الجامعۃ الاشرفیہ'' مبارک پور کے لیے آپ کا جذبہ ایثار و قربانی، آپ کی عنایتوں اور حوصلہ افزا دعاؤں سے کون واقف نہیں ہے؟ ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کی تعمیر وترقی آپ کی مستجاب دعاؤں کا ثمرہ

ہے۔ جامعہ کے لیے آپ کے ارشادات عالیہ اور دعائیہ کلمات تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ جن کو پڑھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور مشائخ مارہرہ کی علم پروری ہمیں درس عمل دیتی ہے۔

آپ کے مکتوبات میں علم وعمل، صبر وتوکل، خشیت وللّٰہیت کا بہترین درس موجود ہے۔ حضور سید العلماء سے اور بھی متعلقین کی خط وکتابت رہی ہوگی، ان سب کو یکجا کر کے شائع کر دیا جائے تو اہل علم کے لیے ایک عظیم سرمایہ منظر عام پر آجائے گا۔

فقیہانہ شان:

حضور سید العلما زبردست عالم اور مفتی بھی تھے۔ آپ فقیہ اعظم ہند حضور صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ 'مصنف بہار شریعت' کے تلمیذ خاص تھے۔ آپ کو باضابطہ دارالافتاء میں بیٹھنے کا موقع تو نہیں ملا لیکن اپنی فقیہانہ شان سے عوام اہل سنت کی ہمیشہ رہنمائی کی۔ جب عروس البلاد ممبئی پہنچے تو عوام اہل سنت کے بیشمار سیاسی اور مذہبی مقدموں کو حل کیا۔ چاہے وہ ''ناریل واڑی سنی قبرستان'' کا مسئلہ ہو یا ''دیونار'' کے بوچڑ خانے کا مسئلہ ہو۔ آپ نے فقہی دلائل کی روشنی میں ان کو بحسن وخوبی حل کیا اور آپ کا فیصلہ ہر کسی نے قبول کیا۔ مسجد ناریل واڑی قبرستان کا مسئلہ تنازعات کے بعد جب ممبئی ہائی کورٹ پہنچا تو مقدمہ بالکل مذہبی نوعیت کا تھا لہٰذا ہائی کورٹ کے جج نے مشورہ دیا کہ یہ مسئلہ کسی دینی عالم سے طے کرایا جائے جو فریقین کو تسلیم ہو اور اس کا فیصلہ کورٹ میں داخل کیا جائے جس پر قطعی حکم جاری کیا جا سکے۔ اس وقت سرزمین بمبئی پر حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہی ایسی شخصیت تھی جس کی قیادت وسیادت اپنوں کے علاوہ غیروں کو بھی تسلیم تھی۔ لہٰذا حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کو ''حَکَمْ'' مقرر کیا گیا جن کا فیصلہ فریقین کو قابل قبول ہو۔ جب حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کا فیصلہ بمبئی ہائی کورٹ میں پیش ہوا تو ہائی کورٹ کے جج نے بلا کسی ردوبدل کے اس پر اپنا حکم صادر کر دیا۔ اس فیصلے سے امامت، اہل سنت کے ہاتھوں میں آئی اور بدعقیدوں کو مایوسی ہوئی۔

ہر ماہ کی ۲۹ رتاریخ کو مَرین ڈرائیو (ساحل سمندر) دو گواہوں کے ساتھ جا کر چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے اور ایک ذمہ دار دینی قائد اور قاضی ومفتی کا نمونہ پیش کرتے۔ یہ اہتمام کسی کم اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ اس کے ذریعے آپ نے رویت ہلال کمیٹی کو مستحکم کیا اور سنی عوام کی صحیح رہنمائی کی۔ ممبئی عظمیٰ میں آپ کی بے لوث قیادت سے سنیت کو بہت فروغ ملا۔ آپ کی قیادت آج بھی یاد کی جاتی ہے۔ جماعت اہل سنت میں آپ کی قیادت کی مثال نظر نہیں آتی۔ اب ضرورت ہے کہ آپ کے فیضان علمی کو عام کیا جائے، آپ کے نقوش راہ سے نئی نسل کو آگاہ کرایا جائے، تبلیغ دین کی راہ میں آپ کی محنت وجانفشانی کو اجاگر کیا جائے، آپ کی ہمہ جہت شخصیت کو نمونہ بنایا جائے تا کہ پھر کوئی سید العلماء پیدا ہو اور وہ موجودہ وقت میں جماعت کی شیرازہ بندی کرے اور دین وسنیت کا خوب کام ہو۔

فن خطابت کے شہسوار:

حضور سید العلما خطابت کے بادشاہ تھے۔ ہندوستان بھر کی کانفرنسوں اور جلسوں کی جان تھے۔ کوئی بھی اسٹیج آپ سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ آپ کا علم متحضر تھا۔ بغیر کسی خاص تیاری کے حالات کے مطابق

قرآن و حدیث اور اقوال صالحین کی روشنی میں کئی کئی گھنٹے مدلل ومفصل بیانات کیا کرتے تھے۔اپنی بے مثال خطابت کے ذریعے احقاق حق،ابطال باطل کا فریضہ بھی انجام دیتے۔فقہ وفتویٰ کے جزئیات پر آپ کی گرفت مضبوط تھی۔معاملے کی تہہ تک پہنچ کر فیصلہ صادر کرتے اور امت کے مسائل حل کرتے۔اس سے آپ کی علمی جلالت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔آپ نے کئی مناظرے بھی کیے۔ جن میں میرٹھ،بسڈیلہ ضلع بستی کے مناظرے قابل ذکر ہیں۔

شان بے نیازی:

سادہ لباس زیب تن کیا کرتے تھے،سادگی پسند تھے لیکن رعب اتنا تھا کہ کسی کو آپ سے بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔شان بے نیازی ایسی کہ سادہ کرتا اور تہبند پہنے بڑی بڑی کانفرنسوں میں چلے جایا کرتے تھے۔حکومتی کارندوں کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے۔کسی بھی دنیاوی لیڈر کی خوشامد نہیں کرتے،خانقاہ برکاتیہ کی روایتوں کے امین تھے۔آپ کا توکل اور اخلاص وللّٰہیت آپ کے اس شعر سے ظاہر ہے،فرماتے ہیں:

کسی کی جَے وِجَے ہم کیوں پکاریں، کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سیّد اپنا نعرہ یا رسول اللہ

تبلیغ دین کے لیے ایثار وقربانی:

تبلیغ دین کا ایسا جذبہ تھا کہ دین کی خاطر اپنی آن شان نہیں دیکھتے اور خدمت دین کے لیے تیار رہتے۔دین وسنیت کے لیے ایثار و قربانی کا ایک واقعہ سید دلشاد حسین قادری اپنے ایک مضمون میں تحریر کرتے ہیں کہ ’’بمبئی کے مضافات جوگیشوری کے سنی مسلمانوں نے آپ کو وعظ کے لیے مدعو کیا اور عرض کیا کہ حضرت بذریعہ ٹیکسی تشریف لے آئیں۔لہٰذا تاریخ مقررہ پر حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہمراہ مسجد کے خادم احمد حسین بنگالی اور یہ خادم بذریعہ ٹیکسی جوگیشوری پہنچے۔حضور سید العلما علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنا وعظ فرمایا اور واپسی کے وقت منتظمین جلسے نے مبلغ پانچ روپیہ لفافہ میں پیش کیا۔حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان ایسے بے مثالی، بے نیازمندانہ انداز میں مسجد کھڑک تشریف لے آئے۔

(سیدین نمبر،ص ۴۴۰)

خانوادۂ برکات کا وہ فرد جلیل جو خانقاہ برکاتیہ کا گدی نشین ہو اور شاہانہ شان وشوکت کا مالک ہو وہ اس طرز کی ایک سادہ دعوت پر دین کی خدمت کے لیے کشادہ روئی کے ساتھ چل پڑا اور بغیر کسی داد ودہش کے اپنا دعوتی فریضہ انجام دے کر واپس آ گیا۔آپ کا یہ واقعہ موجودہ دور کے خطبا ومقررین اور مبلغین کے لیے درس فکر وعمل ہے جو پیشگی رقمیں منگا کر وقت پر نہیں پہنچتے۔بزرگان دین کی زندگیوں میں ایسی مثالیں موجود ہیں جو ہمارے دین کے جذبے کو تبلیغ دین کے لیے مہمیز کرتی ہیں۔

تبلیغ دین کی خاطر آپ نے ملک بھر میں مختلف علاقوں کے دورے کیے جس میں پڑوسی ملک کا دورہ نیپال بھی قابل ذکر ہے۔دین وسنیت کے نام پر اپنی صحت اور آرام کی بھی فکر نہ کرتے،داد ودہش کی فکر سے تو بالکل آزاد تھے۔اپنی ذات کو رضائے الٰہی کے کاموں کے لیے وقف کر دیتے۔یہی جذبے ہمیں عمل پر ابھارتے ہیں۔

ذات میں ہمہ جہتی کی مثال:

حضور سید العلماء علیہ الرحمہ بڑی شان کے پیر تھے۔ بڑے زمین دار تھے۔ جاہ وحشم والے تھے۔ دنیا کی آسائشیں میسر تھیں، لیکن دین حق کی سربلندی کے لیے شاہانہ زندگی کو خیر باد کہہ کر اہلیان ممبئی کی ایک دعوت پر ممبئی تشریف لائے اور مسجد کھڑک کے ایک حجرے میں پوری زندگی گزار دی اور وہیں سے ملک بھر کے مسلمانوں کی قیادت و رہنمائی کی۔ باطل طاقتوں کا بلند ہمتی سے مقابلہ کیا اور ہر موڑ پر ان کی سازشوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی خدمت دین کے لیے وقف کر دی تھی۔ آپ کی حیات ایک قائد کے لیے، ایک مفتی کے لیے، ایک عالم کے لیے، ایک مبلغ کے لیے، ایک پیر کے لیے، ایک سیاسی مفکر اور سماجی مدبر کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

شعری و ادبی ذوق:

شعر و ادب کے حوالے سے اگر کچھ ذکر نہ کیا جائے تو آپ کا تذکرہ تشنہ رہ جائے گا۔ جیسے آپ بے مثال قائد، زبردست عالم اور یکتائے روزگار خطیب تھے ویسے ہی میدان شعر و ادب کے بھی شہسوار تھے۔ تصنیف و تالیف میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے لیکن دوسری اہم مصروفیات کی بنا پر اس فن سے مستقل طور پر وابستگی نہ ہو سکی اس لیے صاحب تصانیف بزرگ کے طور پر آپ کی شہرت نہ ہو سکی۔ آپ کی ذات میں شعر و شاعری اور ناول نگاری کا عنصر بھی اعلیٰ درجے کا موجود تھا جس کا اثر آپ کے دو ناولوں ''مقدس خاتون'' اور ''نئی روشنی'' میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ ''مقدس خاتون'' ۸۶ر صفحات پر مشتمل ایک ناول ہے جو لکھنؤ کی ٹکسالی زبان کا ادبی مرقع ہے۔ اور ''نئی روشنی'' ۱۷۶ر صفحات پر مشتمل ایک دینی، اصلاحی اور ادبی ناول ہے جس میں دہلی کے ایک عہد کی منظر کشی کی گئی ہے۔ حضرت نظمی میاں علیہ الرحمہ اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس ناول میں سید میاں نے عصر حاضر کی بے راہ روی، فیشن پرستی، مغرب زدہ ماحول کی تقلید اور اس کے خطرناک نتائج کی عکاسی کی ہے اور بتایا ہے کہ اس کے برخلاف اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے اور ایک سچا پکا سنی مسلمان بننے سے زندگی کو کتنی راحت ملتی ہے۔ ''نئی روشنی'' میں بھی سید میاں کی زبان لکھنؤ کی ٹکسالی زبان ہے۔ دراصل مارہرہ مطہرہ میں نثر نگاری میں لکھنؤ کی تقلید کی جاتی ہے اور شاعری میں دہلی کی زبان استعمال کی جاتی ہے۔

(اہل سنت کی آواز ۲۰۰۱ء، ص ۴۵۲، ۴۶۳)

حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کا پچاسواں عرس منایا جا رہا ہے اور عقیدت مندان حضور سید العلماء کے لیے ایک تجویز یہ ہے کہ ان کی مکمل تصانیف اور ادبی سرمایے کو زیور طبع سے آراستہ کر کے بھی خراج عقیدت پیش کیا جائے۔ اس سے ان کا علمی سرمایہ ایک جگہ محفوظ بھی ہو جائے گا۔ آپ کے ناولوں کی جدید اشاعت بھی ادبی سرمایے میں گراں قدر اضافہ ہوگا۔

حضور سید العلماء کو شعر و ادب کا ذوق اوائل عمر ہی سے تھا۔ مارہرہ مطہرہ میں عرس نوری کے مشاعرے کی صدارت اکثر آپ ہی فرماتے تھے۔ مرزا داغ دہلوی کے شاگرد رشید سید احسن مارہروی کے تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے نعت و منقبت کے ساتھ ساتھ غزلیہ پیرایے میں بھی اشعار کہے۔ جنہیں پڑھ کر شعری ذوق رکھنے والے عش عش کر اٹھتے ہیں۔

سید العلماء مارہروی شارحِ مسلکِ اعلیٰ حضرت

از۔مولانا صالح رضا منظری، جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

برصغیر پر سنیت کا غلبہ: ہندوستان کی سرزمین صوفیائے کرام کا گلستان علم وعرفان اور چمنستان معرفت وروحانیت کی حیثیت سے جانی جاتی ہے۔ یہاں ہمیشہ سے ان سنی مسلمانوں کی غالب اکثریت رہی ہے کہ جو آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب عطائی، آقا کی حیات مبارکہ، ان کے شافع، نافع، شافی ہونے کے قائل اور ان کو مختار کائنات مانتے تھے۔ بلفظ دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ میں جنھیں ہم سنی بریلوی مسلمان اور جس مذہب اہل سنت کو مسلک اعلیٰ حضرت کے نام سے جانتے ہیں اسی مذہب و مسلک کے ماننے والوں کی یہ سرزمین بستی رہی ہے۔ برصغیر ایسے ہی مسلمانوں کی آماجگاہ رہا ہے۔ اس سلسلہ میں رئیس القلم حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

''سوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کی متحدہ ہندوستان میں غالب اکثریت تھی اور آج، منقسم ہندوستان (ہندوپاک و بنگلہ دیش) میں بھی بِفَضْلِهٖ تَعالیٰ، واضح اکثریت ہے۔ فقہی مذاہبِ اربعہ کے لحاظ سے ماضی وحال کے خطۂ ہند میں اَحناف کی ہمیشہ اکثریت رہی ہے اور مَشــــرَبِ تصوف وطریقت کے اعتبار سے مشائخِ چشت اہلِ بہشت کی تبلیغی ودعوتی خدمات، تاریخِ اسلامیانِ ہند کی ایک مُسلّمہ حقیقت ہے۔ جس کے نقوش وآثار، متحدہ ومنقسم ہندوستان کے ہر حصے اور ہر خطے میں نمایاں ہیں۔ اور بِفَضْلِهٖ تَعالیٰ یہ سبھی وابستگانِ سُنَّت وشریعت سُنّیت کے ساتھ، حنفیت کے بھی مُتّبع اور مُقلد رہے ہیں۔ چشتیت کے بعد پورے برصغیر ہندوپاک وبنگلہ دیش میں سلسلۂ عالیہ قادریہ کا سب سے زیادہ اثر، کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک واضح حقیقت یہ بھی ہے کہ اِس وقت سلسلۂ عالیہ قادریہ سے ہندوپاک کے عُلما وطلبہ کی وابستگی، نسبتاً، کچھ زیادہ ہی ہے۔ سلسلۂ سہروردیہ بھی ایک اہم سلسلۂ طریقت ہے جس سے منسلک ووابستہ مسلمانوں کی ہمیشہ ایک اچھی خاصی تعداد رہی ہے۔''

برصغیر میں سلسلہ قادریہ کا فروغ: یہ حقیقت ہے کہ اولاً برصغیر میں مشربی اعتبار سے مشرب چشتیت کا غلبہ رہا ہے۔ قادری سلسلہ یہاں بہت کم لوگوں پاس تھا لیکن اگر ہم آج سروے کریں تو پورا برصغیر اکثریتی اعتبار سے قادری رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ اس فروغ قادریت میں سب سے اہم اور کلیدی کردار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر خانے ''خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ'' مارہرہ مقدسہ نے ادا کیا ہے۔ علامہ یٰسین اختر صاحب اس کی اہمیت اور اس خانقاہ کے وابستگان کے تعلق سے لکھتے ہیں:

''سلسلۂ عالیہ قادریہ کی ایک عظیم وقدیم خانقاہ مارہرہ مطہّرہ (ضلع ایٹہ، اتر پردیش، انڈیا) میں ہے جو سلطانُ العاشقین، صاحبُ البرکات، حضرت سید شاہ برکت اللہ، قادری، مارہروی (وصال ۱۰/محرم الحرام ۱۱۴۲ھ/ ۷/اگست ۱۷۲۹ء) کی نسبتِ برکاتیت کے اضافہ کے ساتھ صدیوں سے خانقاہِ قادریہ برکاتیہ کے نام سے مشہور ومعروف ہے اور لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی اس

سے گہری روحانی عقیدت و وابستگی ہے''۔

حضرت سید العلماء اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج:

حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کی دینی، مذہبی، مسلکی، علمی، سماجی اور قائدانہ زندگی کا اگر حقیقت پسندانہ طور پر تجزیہ کیا جائے تو ان کی پوری زندگی کی خدمات کو ہم یوں متعارف کرا سکتے ہیں کہ آپ شارح مسلک اعلیٰ حضرت تھے اور اسی مسلک کے غلبے، تحفظ، بقاء اور نشر و اشاعت کے لیے وقف تھے۔ آپ نے آخر اپنی زندگی کا مقصد حیات اسی کو کیوں بنایا تھا اور آپ کی اس اعلیٰ شخصیت کی تشکیل تعمیر میں کس کا اثر تھا اس تعلق سے علامہ یٰسین صاحب لکھتے ہیں:

''اِسی خانوادۂ قادریہ برکاتیہ کی ایک عظیم و جلیل شخصیت ہے سید العُلماء، حضرت مولانا شاہ سید آلِ مصطفیٰ، اولادِ حیدر، قادری، برکاتی، مارہروی فرزندِ حضرت سید شاہ، حیاتُ النبی آلِ عبا، بشیر حیدر، قادری، برکاتی۔ حضرت سید العُلماء، مارہروی کے جَدِّ مادری (نانا جان) حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حَسَـــــن، عُرف، شاہ جی میاں، قادری، برکاتی، مارہروی (وصال ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء) نے بڑے پیار و شفقت سے آپ کی تعلیم و تربیت میں خصوصی دلچسپی لی۔ اسی طرح آپ کے ماموں جان، تاجُ العُلما، حضرت مولانا سید شاہ آلِ رسول محمد میاں قادری، برکاتی، مارہروی (وصال ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء) نے بھی اپنی خصوصی تـوجُّـہـات و عنایات سے نوازا۔ حضرت تاجُ العُلماء، مارہروی، حضرت سید شاہ ابوالقاسم، اسمٰعیل حَسَـنْ، عُرف شاہ جی میاں قادری، برکاتی کے صاحب زادے اور نورُ العارفین، حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد، قادری، برکاتی، نوری، مارہروی (وصال ۱۱/رجب ۱۳۲۴ھ/۲/ستمبر ۱۹۰۶ء) کے نواسے تھے۔ آپ ایک جلیلُ القدر عالمِ دین اور صاحبِ تصانیفِ کثیرہ شیخِ طریقت تھے جنھیں اپنے جدِّ مادری (نانا جان) اور اپنے والدِ محترم سے اجازت و خلافت، حاصل تھی۔ برکاتی مفتی، شارحِ بخاری، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی (وصال ۲۰۰۰ء۔ سابق صدر شعبۂ افتا، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، اتر پردیش، انڈیا) تحریر فرماتے ہیں: اپنے والد ماجد قُدِّسَ سِرُّہٗ کی تحریک کو حضرت تاجُ العُلماء قُدِّسَ سِرُّہٗ نے پوری توانائی کے ساتھ چلایا اور آپ کے روحانی و علمی توانائی کی بدولت سلسلۂ برکاتیہ کے وابستگان کا دائرہ، وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا............ حضرت تاجُ العُلماء کے بعد، ان کے پروردہ و تربیت یافتہ، حضرت سید العُلماء مولانا شاہ آلِ مصطفیٰ اور احسن العُلماء حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب کی بدولت آج دنیا کا گوشہ گوشہ براہِ راست، اِس آستانے سے وابستہ ہے۔

(ص ۳۰۷۔ سیدین نمبر۔ ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور ۲۰۰۲ء)''

مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے ان کے اندر جو تصلب تھا اور اس کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں ان کی شخصیت میں جو تڑپ تھی وہ بلا شبہ ان کے نانا جان حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم مارہروی اور ان کے ماموں جان، ممدوح اعلیٰ حضرت، حضرت تاج العلماء علیہما الرحمہ کی تربیت کی اثر انگیزی تھی۔ اس کے علاوہ ان کی اس اعلیٰ شخصیت میں مذہبی و مسلکی تصلب پیدا کرنے میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی ماجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ علامہ یٰسین صاحب لکھتے ہیں:

''نانا جان اور ماموں جان سے کچھ ضروری دینی تعلیم، حاصل کرنے کے بعد علوم و فنونِ اسلامیہ کی تکمیل، ''دار العلوم معینیہ

عثمانیہ''، اجمیر شریف میں صدر الشریعہ، مولانا امجد علی، اعظمی، رضوی (وصال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) کی بارگاہِ تدریس میں ہوئی۔ طبیہ کالج، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے اَدویۂ ہندی و یونانی اور عملِ جراحی میں ڈی، آئی، ایم ایس کا ڈپلوما، حاصل کیا۔''

حضرت سید العلماء نے کس طرح مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت فرمائی اور اس سلسلہ میں ان کی خدمات کس قدر ہیں اس پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ یٰسین صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت سید العُلماء، مارہروی اپنے عہد وعصر کے جلیلُ القدر عالم ومفتی، بلند پایہ مفکر و مدبر سحر بیان خطیب، بیدار مغز و حاضر جواب مناظِر، دوراندیش قائد اور عظیم داعی و مبلغِ اسلام تھے۔ سَوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کی خدمت اور اس کے مفادات و مصالح کی حفاظت وصیانت میں حضرت سید العُلماء، مارہروی کا عظیم اور نا قابلِ فراموش کردار ہے۔ مذہب اہلِ سنَّت و جماعت کو آج کل ہندو پاک میں مسلکِ اعلیٰ حضرت بھی کہا جاتا ہے اور یہ مسلکِ اعلیٰ حضرت درحقیقت، مذہبِ اہلِ سنّت و جماعت کا مترادف ہے۔ یعنی جو عقائد واحکام ومسائلِ شریعت مذہبِ اہلِ سنَّت کے ہیں وہی مسلکِ اعلیٰ حضرت کے بھی ہیں۔ اس طرح، فقہی مذاہبِ اربعہ (حنفیت و شافعیت ومالکیت وحنبلیت) اور سلاسلِ تصوف وطریقت (قادریت وچشتیت ونقشبندیت وسہروردیت وشاذلیت و رفاعیت ودیگر سلاسلِ صحیحہ مُتَّـصِلـہ) یہ سب جس طرح، مذہب و مسلکِ سَوادِ اعظم اہلِ سنَّت و جماعت کا حصہ ہیں اُسی طرح، مسلکِ اعلیٰ حضرت کا بھی حصہ ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک بھی شاخ کو مسلکِ اعلیٰ حضرت سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ مذہب اہلِ سنَّت و جماعت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت ایک دوسرے سے ہم آہنگ اور ایک ہی حقیقت کی دو مختلف تعبیریں ہیں۔ جن میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا.................. حضرت سید العُلماء، مارہروی، اِسی مذہب ومسلک کے نمائندہ اور شارح و ترجمان تھے۔ اور تاحیات وہ اسی فریضے کی ادائیگی و انجام دہی میں شب و روز، مصروف و سرگرمِ عمل رہے۔ آپ کی مذہبی اور ذہنی وفکری تربیت و نشو ونما میں خاندان کے پاکیزہ ماحول اور آپ کے بزرگوں کی ظاہری و باطنی برکت و فیضان نے سب سے پہلا اور بنیادی کردار ادا کیا۔ جس کے نتیجے میں زندگی بھرپوری قوت وطاقت کے ساتھ آپ، دعوت وتبلیغِ مذہبِ اہلِ سنَّت و مسلکِ اعلیٰ حضرت میں اپنی گراں قدر خدمات، انجام دیتے رہے''۔

تاج العلماء کے عکسِ جمیل:

آپ کی زندگی پر آپ کے ماموں جان حضرت تاج العلماء کی تربیت کا گہرا اثر تھا۔ اہل سنت کی بزرگ ہستیاں آپ کو تاج العلماء کا عکسِ جمیل کہا کرتی تھیں۔ سچ کہا ہے علامہ یٰسین اختر صاحب نے:

''دینی و مذہبی بصیرت وتصلُّب اور استقلال و استقامت میں آپ کے ماموں جان حضرت تاجُ العلما، مارہروی کی مندرجہ ذیل، ہدایت آموز تحریری اِجازت وخلافت کا نقش، آپ کی زندگی اور فکر ومزاج کے ہر رَنگ میں نمایاں ہے:''وصیتِ مَن، عزیزِ موصوف را آنست کہ: بر مذہبِ مہذَّب اہلِ سنّت و جماعت، چناں، رَاسخ باشد کہ دیگراں، متعصِب دانند۔ واِتباعِ شریعتِ طاہرہ را دستورُ العملِ

خویش نماید۔ وبعد حصولِ علمِ دین، بفَضلِ اللّٰہِ الْمَتِین اِشاعتِ مذہبِ اہلِ سنت و اماطتِ بدعت ورَدِّ بے دیناں و بدمذہباں واہلِ ضلالت، نَصبُ العین خودسازد۔ وَبالخصوص، وھابیہ نجدیہ و دیوبندیہ کہ نجس ترین اَشرارند۔ ودرضَرر رسانیٔ وبیخ کنیٔ اسلام، بدترین کُفارند۔ اِلیٰ آخرِہٖ۔

دستخط: فقیر، اولادِ رسول محمد میاں، قادری، برکاتی، عَفِیَ عَنہُ۔

۱۰/ربیع الاول شریف ۱۳۴۷ھ۔ دوشنبہ۔

(اکابرِ مارہرہ، حصہ دوم۔ سال نامہ ''اہلِ سنَّت کی آواز'' ۲۰۱۰ء)''

سید العلماء اور ابطال باطل: حضرت سید العلماء ایک بہترین مناظر تھے، ممبئی کی سرزمین پر آپ کی مذہبی ومسلکی خدمات کی وجہ سے وہابی و دیوبندی بہت پریشان تھے۔ آئے دن آپ کی ان سے جھڑپ ہوتی رہتی تھی۔ آپ کو پریشان کرنے اور ممبئی کی سرزمین سے آپ کے پیرا کھاڑنے کے لیے وہ طرح طرح کے جال بچھایا کرتے تھے۔ آپ کو عاجز کرنے کے لیے مکتوبات کے ذریعہ سوالات بھی کیا کرتے تھے۔ مگر انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کا پالا اس عظیم ہستی سے ہوا ہے کہ جو روحانی تاجداروں کی بستی کا شہزادہ اور مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک شارح، ترجمان، پرچارک اور مبلغ ہے۔ ایک مرتبہ وہابی مولوی یونس اور دوست محمد نامی دو لوگوں نے بارہ سوالات لکھ کر آپ کو ارسال کیے۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ شاید سید العلماء اس کا جواب نہیں دے پائیں گے مگر آپ نے مکتوب کے جواب میں مکتوب کی صورت میں ایسے جوابات دیئے کہ ان کے دانت کھٹے ہوگئے۔ اس تعلق سے علامہ یٰسین صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت سید العُلماء، مارہروی ایک جوابی مکتوب (محرّرہ ۵/صفر المظفر ۱۳۷۱ھ۔ سہ شنبہ) بنام مولوی محمد یونس و دوست محمد کے اندر ایک جگہ حضرت سید العُلما، مارہروی، تحریر فرماتے ہیں:

........''مسائل کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

اول: ضروریاتِ دین، جن کا مُنکِر بلکہ ان میں شک کرنے والا بھی بِالیقین ایسا کافر ہو جاتا ہے کہ جو، ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔

دوم: ضروریاتِ مذہبِ اہلِ سنَّت، ان کا مُنکِر، بدمذہب وگمراہ ہو جاتا ہے۔

سوم: وہ مسائل جو، خود عُلمائے اہلِ سنَّت میں مختلف فیہ ہوں، ان میں کسی طرف تکفیر و تضلیل، ممکن نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی اپنے خیال میں کسی قول کو راجح جانے۔ خواہ، تحقیقاً، یعنی دلیل سے اُسے مُـرَجَّـح پایا۔ خواہ، تقلیداً کہ اُسے اپنے نزدیک، اکثر عُلما، یا اپنے مُعتَمَد عَلَیہِم اقول پایا۔ اِلیٰ آخرِہٖ۔

(سیدین نمبر، ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور۔ ۲۰۰۲ء)''

سید العلماء اور عشق مصطفیٰ: حضرت سید العلماء کی تربیت چونکہ خاص طور پر ممدوح اعلیٰ حضرت، حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ نے کی ہے جو ایک سچے عاشق رسول اور سچے عاشق رسول اعلیٰ حضرت سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ اس تربیت کا اثر یہ ہوا کہ حضرت سید العلماء کی ہر تحریک، تحریر اور تقریر کا مرکزی محور عشق مصطفیٰ اور احترام مصطفیٰ ہوتا۔ علامہ یٰسین اختر صاحب اس حوالہ سے حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ کے ذریعہ عرس قاسمی کی ایک روداد اور اس کے ضمن میں سید العلماء کی خطابت پر ان کے ماموں جان نے جو روشنی ڈالی ہے اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں:

''حضرت سید العُلماء، مارہروری کے ماموں جان، تاجُ العلماء، حضرت مولانا سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں، قادری، برکاتی،

مارہروی ایک عرسِ قاسمی برکاتی، مارہرہ مطہرہ کی روداد، بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

......''مولانا عبدالسلام کے بیان کے بعد، مولانا حافظ قاری حکیم سید شاہ آلِ مصطفیٰ میاں صاحب سَلَّمَہٗ نے سورۂ فاتحہ مبارکہ کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے اِتباعِ شریعتِ مطہرہ اور صورۃً سیرۃً، ظاہر و باطن میں سچی کامل اِطاعت وغلامیِ محمد رسولُ اللہ ﷺ اور تمام جہان و جہانیاں سے زائد حضور اَقدس عَلَیْہِ الصَّلوٰۃ وَالسَّلام کو محبوب رکھنے کی ضرورت و اہمیت بتائی۔ اور، روشن کیا کہ جو آقائے دوعالَم ﷺ کا سچا پکا فرماں بردار محبّ ومخلص غلام ہے وہ اپنے آقائے کریم عَلَیْہِ الصَّلوٰۃ وَالسَّلام کے دشمنوں، مُعانِدون تمام اگلے پچھلے کفار ومشرکین و مرتدین ومبتدعین سے حتی الوسع، قطعاً دور ونفور رہتا ہے۔ جو بھی ایک طرف، سردارِ دو جہاں عَلَیْہِ الصَّلوٰۃ وَالسَّلام سے محبت وغلامی کا دعویٰ کرے اور دوسری طرف، ان کے دشمنوں، مخالفوں، مُعانِدون کی مدح وتعریف کے گیت گائے اُن کو اپنا مُقتدا و پیشوا، رہبر و رہنما، محبوب، قائدِ اعظم اور بڑا پرہیزگار، روحِ اعظم، وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے اَلقاب وخطاب سے سَرا ہے، ان سے گھال میل، الفت ومحبت رکھے وہ ضرور اپنے دَعوائے ایمان اور غلامی ومحبتِ آقائے دوعالَم عَلَیْہِ الصَّلوٰۃ وَالسَّلام میں جھوٹا اور کھوٹا ہے۔''

(اَکابرِ مارہرہ مطہرہ نمبر، حصہ سوم۔ سال نامہ ''اہلِ سنت کی آواز'' مارہرہ مطہرہ۔ ۲۰۱۱ء)''

اعلیٰ حضرت سے سید العلماء کے عشق کی وجہ: حضرت سید العلماء بلا شبہ عاشق اعلیٰ حضرت تھے۔ اعلیٰ حضرت کی محبت ان کے نانا جان حضرت شاہ ابو القاسم علیہ الرحمہ اور ان کے ماموں جان حضرت تاج العلماء نے گویا کہ انہیں گھٹی میں پلا دی تھی کیونکہ حضرت تاج العلماء اعلیٰ حضرت کا بے انتہاء احترام کرتے اور انہیں اپنے بہت سے اساتذہ پر فوقیت دیتے۔ اس سلسلہ میں علامہ یٰسین اختر صاحب نے جو تفصیل بیان کی ہے وہ ہم یہاں نقل کر رہے ہیں:

''سید العُلماء کے ماموں جان، حضرت تاجُ العلماء مارہروی کو امام احمد رضا سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی۔ چنانچہ، تحریر فرماتے ہیں:

''فقیر کو، اگر چہ، حضرت امام اہلِ سنت، مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قُدِّسَ سِرّہٗ سے تلمذِ رَسمی، حاصل نہیں، مگر فقیر، اُن کو اپنے اکثر اساتذہ سے بہتر و برتر اپنا استاد جانتا ہے۔ ان کی تحریرات و تقریرات سے فقیر کو بہت کثیر فوائدِ دینی وعلمی، حاصل ہوئے۔ اور چوں کہ تقریر وتحریر میں ان کا طریقہ، بے لوث اور مؤاخذاتِ صوری و معنوی، شرعی وعُرفی سے مُنَزَّہ و مُبَرّا، ثابت ومحقق ہوا لہذا، فقیر بھی تابہ وسعت اُن کے طریقے کا اِتباع کرنا پسند کرتا ہے۔''

(ص ٦٦۔ تاریخِ خاندانِ برکات۔ مؤلّفہ: تاجُ العلما، مارہروی، مطبوعہ: کراچی)''

حضرت سید العلماء اور ان کا مقصد حیات: حضرت سید العلماء نے ممبئی کی سرزمین پر تقریباً ۲۵ رسال تک مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کا کام کیا۔ انہوں نے اپنے اس پچیس سالہ ممبئی کے قیام میں سنیت کے غلبہ، احقاق حق اور ابطال باطل کا کام نہایت ذوق وشوق اور حیرت انگیز دلچسپی وخلوص کے ساتھ کیا۔ وہ کسی دنیوی جاہ وحشمت کے خواہاں کبھی نہ رہے۔ وہ کبھی بھی کسی کی جے وجے پکارنے کے قائل نہ تھے۔ وہ صرف اعلیٰ حضرت کی اتباع میں کہ

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و ثنا بیان کرتے رہے۔اس تعلق سے علامہ یٰسین اختر صاحب نے مفصلاً روشنی ڈالی ہے۔فرماتے ہیں:

''حضرت سید العُلماء، مارہروی، ۱۹۴۹ء میں مارہرہ مطہرہ سے بمبئی تشریف لے گئے اور وہاں کے سنی مسلمانوں کی درخواست پر کھڑک مسجد کی امامت، قبول کی اور تاحیات اس کی امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔بمبئی کے دَورانِ قیام، عُلماء ومشائخ اہلِ سنت کی مشترکہ کوششوں سے جب ۱۹۵۸ء میں'' آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کی تشکیل ہوئی تو ان سبھی حضرات کی خواہش واِصرار کے پیشِ نظر آپ نے''سنی جمعیۃ العلماء'' کی صدارت قبول فرمائی اور زندگی کی آخری سانس تک پورے عالمانہ وقار اور قائدانہ تدبر وجرأت کے ساتھ،''سنی جمعیۃ العلماء'' کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کی ہدایت و رہنمائی اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ، سرگرمِ عمل رہے۔ حضرت سید العُلماء، مارہروی کی دینی وعلمی ودعوتی وتبلیغی مساعیِ جمیلہ کو مندرجہ ذیل تین اہم خانوں اور شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: (۱) امامت (۲) خطابت (۳) قیادت ۔یوں تو آپ بہترین مدرس اور مناظر بھی تھے، مصنف اور شاعر بھی تھے مگر، اِن سب پر آپ کی مذکورہ تینوں صفات، حاوی اور غالب ہیں۔حضرت سید العُلماء، مارہروی نے اپنے علم وفن، اپنے فضل و کمال اور اپنے جُملہ اوصاف و خصوصیات کو خدمتِ دینِ متین کے لئے وقف کررکھا تھا۔یہی وجہ ہے کہ تائید ونصرت وحمایتِ مذہبِ اہلِ سنّت ومسلکِ اعلیٰ حضرت کی راہ میں ہمیشہ مستعد رہا کرتے تھے اور عشق واتباعِ نبوی و پیرویِ اکابر واسلاف کرام کی دعوت کے ساتھ تردید واِنکار واِبطالِ باطل کے لئے شب و روز کمربستہ اور سینہ سپر رہا کرتے تھے۔آپ کی مساعیِ جمیلہ وخدماتِ جلیلہ کا حاصل یہ ہے کہ:مسلمان اپنے نبیِ اکرم (ﷺ) کے دامنِ رحمت سے پورے طور پر وابستہ ہوکر آپ کے سایۂ رحمت میں آجائیں اور ان کے قلب ونگاہ کا مرکز ومحور، صرف اور صرف آپ کی ذاتِ گرامی ہو۔

کسی کی جَے وِجَے ہم کیوں پکاریں، کیا غرض ہم کو؟

ہمیں کافی ہے سیّد اپنا نعرہ: یَا رَسُولَ اللّٰہ

نسبتِ رسول، محبتِ رسول، عظمتِ رسول (عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃ وَالسَّلام) یہی وہ مرکز ومحور اور نقطۂ پرکار ہے جس کے گرد، خانوادۂ برکاتیہ کے مسلکِ برکاتیت اور مقبولِ بارگاہِ برکات، مسلکِ اعلیٰ حضرت کا سارا نظامِ فکر وعمل گردش کرتا ہے۔جس نے برصغیر ہند و پاک کے سَوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کے وسیع ترین حلقے کو اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے۔مسلکِ اعلیٰ حضرت سے حضرت سید العُلماء، مارہروی کے قلبی ربطِ خاص اور شغف و اِنہماک کی ایک مستند ترین گھریلو شہادت، ملاحظہ فرمائیں: جو میری اِس تحریر کے لئے حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہے۔امینِ ملّت، حضرت سید شاہ محمد امین میاں، قادری، برکاتی، مارہروی، تحریر فرماتے ہیں:''عَمِّ محترم، حضور سید العُلماء نے اپنی پوری زندگی، مسلکِ اعلیٰ حضرت کے لئے وقف فرمادی خاندانِ برکاتیہ کا بچہ بچہ، اعلیٰ حضرت کا شیدائی ہے۔ہماری نجی مجالس ہوں، یا عوامی جلسے، ہر جگہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی تبلیغ و اشاعت ہمارا نصب العین اور مَطمحِ نظر ہوا کرتے ہیں۔اِس ضمن میں مجھے اپنے عمِ محترم، حضور سید العُلما کا یہ شعر، بار بار، یاد آتا ہے:

حفظِ ناموسِ رسالت کا جو ذمہ دار ہے

یا الٰہی! مسلکِ احمد رضا خاں، زندہ باد

(ص ۳۷۹۔سیدین نمبر۔ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور۔۲۰۰۲)''

سید العلماء کے مربی تاج العلماء اور معاصر مذہبی، مسلکی اور سیاسی تحریکیں

از۔شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی، خلیفہ وتلمیذ سرکار مفتی اعظم ہند

تاج العلماء کا نام ونسب اور ولادت: آپ کا اسم گرامی ''اولاد رسول'' ہے اور مشہور''محمد میاں'' سے ہیں۔آپ کا لقب ''تاج العلماء'' ہے۔آپ حضرت سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل حسن (صاحب عرس قاسمی) قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت ۲۳؍رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ کو''تامسین گنج، سیتا پور''یوپی میں آپ کے دادا''سید شاہ محمد صادق'' کے دولت کدہ پر ہوئی۔والدہ ماجدہ کا نام''سیدہ منظور فاطمہ''بنت''سید شاہ نور المصطفیٰ'' بن حضرت''سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم'' تھا۔''اولاد رسول،فخر عالم محمد''پر عقیقہ کیا گیا۔مشہور''محمد میاں'' کے نام سے تھے۔بعض بزرگ ان کو''محمد عالم'' بھی کہتے تھے۔اس مناسبت سے کہ آپ کے بڑے بھائی''سید شاہ غلام محی الدین''کو''فقیر عالم'' کہا جاتا تھا۔

تعلیم وتربیت: اس سلسلہ میں حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے خود تحریر فرمایا ہے:

''درسیات مروجہ مختصرہ فارسی اپنے حضرت والد ماجد دامت برکاتہم العالیہ اور منشی فرزند حسن صاحب ساکن قصبہ پالی ضلع ہردوئی اور مولوی میاں جی رحمت اللہ صاحب مارہروی سے پڑھیں اور ان ہی تینوں اور اپنے برادر معظم سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم مرحوم سے مشق خط کی اور درسیات مروجہ درس نظامی عربی، فقہ واصول فقہ ونحو وصرف ومعانی وبیان ومنطق وفلسفہ وعقائد وکلام وتفسیر وحدیث وغیرہ اپنے حضرت والد ماجد قبلہ وکعبہ دامت برکاتہم العالیہ ومولوی سید حیدر شاہ صاحب ومولوی شاہ غلام رحمانی صاحب وحافظ امیر اللہ صاحب بریلوی ومولانا عبدالمقتدر صاحب بدایونی سے پڑھیں اور بعض دیگر سے بھی چند اسباق پڑھے۔ان درسیات کا غالب حصہ مولوی حیدر شاہ صاحب پشاوری سے پڑھا۔علم حدیث وغیرہ کی سند فقیر کو اپنی خاندانی مسلسل حضرت والد ماجد صاحب قبلہ وحضرت نانا صاحب قبلہ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب سے بحمدہ تعالیٰ حاصل ہے۔(حضرت نوری میاں صاحب آپ کے حقیقی نانا نہیں بلکہ آپ کی والدہ کے ماموں تھے اس لیے ان کو نانا لکھا) قرآن مجید فقیر نے اپنے حضرت والد ماجد قبلہ اور برادر معظم سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم وہمشیرہ معظّمہ (اعجاز فاطمہ) اہلیہ سید مہدی حسن صاحب اور جناب استاذ مکرم حافظ عبدالکریم صاحب ملک پوری مرحوم سے حفظ کیا اور حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی اور بعض دیگرے سے بھی چند سبق پڑھے اور کچھ دور کیا۔''

(تاریخ خاندان برکات ص ۶۵۔۶۶)

بیعت وخلافت: اس سلسلہ میں (خود تاج العلماء) تحریر فرماتے ہیں:

''بیعت طریقہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں اور اس سلسلہ اور نیز دیگر سلاسل عالیہ نقشبندیہ ابو العلائیہ و چشتیہ نظامیہ وسہروردیہ جدیدہ و قدیمہ میں اجازت وخلافت وبعض دیگر سلاسل وجملہ اوراد واذکار و

اشغال واعمال ووظائف واحادیث شریفہ وقرآن مجید ومصافحات وغیرہ برکات کی اجازت اپنے حضرت والد ماجد قبلہ وکعبہ دامت برکاتہم العالیہ حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن صاحب اور اپنے نانا صاحب زبدۃ الواصلین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ سے حاصل ہے۔

(تاریخ خاندان برکات ص ۶۶، ۶۷)

سجادہ نشینی: حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن صاحب قدس سرہ کا وصال ہوگیا، حضرت نے اپنی حیات ہی میں اپنے سلسلہ عالیہ علیہ کا سجادہ نشین حضرت تاج العلماء کو بنا دیا تھا۔اس کے مطابق حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے ''عرس چہلم'' کے موقع پر حسب دستور قدیم خاندان برکاتیہ، آپ ''سجادۂ غوثیہ برکاتیہ'' پر رونق افروز ہوئے۔

دور انحطاط: سراج السالکین حضور سیدنا احمد نوری قدس سرہ کے بعد خاندان برکات پر کچھ انحطاط کا دور آیا۔تاج العلماء لکھتے ہیں:

''حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول قدس سرہ کے آخر عمر شریف میں بوجہ پیرانہ سالی وضعف قویٰ معذور ہوجانے کی بنا پر خانہ نشین ہو جانے کے بعد سے جو ہمارے خاندان پر ایک دور تاریکی جہالت کا آغاز ہوگیا اور جس کے مصائب واثرات سے بچنے کے لحاظ سے حضرت خاتم الاکابر نے حضرت نانا صاحب سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہ کو رسم مستمرہ خاندانی کے خلاف مارہرہ سے باہر رہنے کی اجازت دے دی اور جس نے بامتداد زمانہ یہ صورت پیدا کر دی تھی کہ ایک اجنبی ہماری روزمرہ کی معاشرت واعمال وافعال سے ہمیں ایسے نامور اور برگزیدہ اسلاف کے اخلاف ماننے کے لیے مشکل سے تیار ہوتا تھا۔''

(تاریخ خاندان برکات ص ۶۰، ۶۱)

اس کا احساس حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہ کو بشدت ہوا، انہوں نے سب سے پہلے خاندان کے افراد کی اصلاح اور تعلیم وتربیت پر پوری توجہ دی۔تاج العلماء لکھتے ہیں:

''اس دور تاریکی وجہالت میں علم وعمل کی روشنی حضرت قبلہ کی ذات گرامی نے پھیلائی۔اپنے اعزہ واقربا کو قولاً وعملاً تحصیل علم دین وتعمیل احکام شرع متین کی ترغیب دی۔خود اپنے شوق دلی سے علم دین پڑھا اور اپنے بزرگوں کے طریقہ مرضیہ پر عمل کیا اور اپنے بھائی بندوں، آل اولاد کو پڑھایا لکھایا اور اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلانے میں جدوجہد خود براہ راست فرمائی۔بہتوں کو علم دین پڑھایا اور پڑھوایا۔''

(تاریخ خاندان برکات ص ۶۱)

حضرت شاہ جی میاں صاحب قدس سرہ کی ان مساعی جمیلہ سے خاندان میں بہت کچھ اصلاح اور ترقی ہوئی۔اپنے والد ماجد قدس سرہ کی تحریک کو حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے پوری توانائیوں کے ساتھ چلایا اور آپ کی علمی، روحانی توانائیوں کی بدولت سلسلہ برکاتیہ کے وابستگان کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے مرشد کا آستانہ جیسے ان کے مرشد کی حیات پاک میں مرکزی آستانہ تھا، حضرت تاج العلماء کی بدولت پھر دنیا کو اس کی مرکزیت تسلیم کرنی پڑی۔

حضرت تاج العلماء کے بعد ان کے پروردہ وتربیت یافتہ حضرت سید العلماء مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ اور احسن العلماء حضرت

سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب کی بدولت آج دنیا کا گوشہ گوشہ براہ راست اس آستانے سے وابستہ ہے۔جن کی صحیح تعداد معلوم کرنا مشکل ہے۔

حضرت تاج العلماء کے کارنامے: حضرت تاج العلماء کا عہد بہت پُر آشوب تھا۔ ہندوستان میں نئے نئے فرقے پیدا ہو چکے تھے۔مثلاً غیر مقلد، دیو بندی، قادیانی، نیچری، صلح کلی۔جس کی وجہ سے پورے ہندوستان میں انتہائی خلفشار مچا ہوا تھا۔پھر اسی کے ساتھ ساتھ کانگریس کی آزادی کی تحریک زوروں پر تھی اور پورا ہندوستان جنونی کیفیت کے ساتھ کانگریس کے ساتھ وابستہ تھا۔ مسلمانوں کے تمام لیڈر اور بڑے بڑے مشہور علماء کانگریس کے ساتھ تھے۔حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر مختار احمد انصاری علی برادران، مولانا عبد الباری فرنگی محلی، دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی حتیٰ کہ مسٹر محمد علی جناح بھی کانگریس میں شریک تھے۔ کانگریس کے ہندو لیڈر سارے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھانس چکے تھے۔اسی زمانہ میں ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد جب انگریز ترکوں کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کے لیے کمر بستہ تھے،تحریک خلافت شروع ہوئی یعنی یہ فرض کر کے کہ ترکوں کی حکومت خلافت اسلامیہ ہے اور ترکوں کے بادشاہ سلطان عبد الحمید خاں خلیفۃ المسلمین ہیں۔ مسلمانوں کو یہ تاثر دے کر کہ خلیفۃ المسلمین کا تقرر فرض کفایہ ہے اور خلافت اسلامیہ کو بچانا بقدر وسعت ہر مسلمان پر فرض ہے۔

تحریک خلافت، اعلیٰ حضرت، شاہجی میاں اور تاج العلماء: کانگریس کے چالاک لیڈر اس تحریک کے ہمنوا ہو گئے، پورے ہندوستان میں آگ لگ گئی اور مسلمانوں میں کوئی فرد ایسا نہیں تھا جو کانگریس اور خلافت کمیٹی کے خلاف ایک لفظ سن سکتا تھا۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کانگریسی لیڈروں کی چالاکیوں کو اچھی طرح بھانپ رہے تھے۔انہوں نے کانگریس اور خلافت کمیٹی کے نقصانات سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا۔اس سلسلہ میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے متعدد رسالے شائع ہوئے جن میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کانگریس کے ہندو لیڈروں کے خفیہ منصوبوں کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا۔اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّۃً۔

(ترجمہ) یہ لوگ مومن کے بارے میں دوستی اور عہد کا کوئی پاس نہیں کریں گے۔

اور فرمایا:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ۔

(ترجمہ) عداوت ان کے مونھوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں چھپی ہے بہت بڑی ہے۔

اور ارشاد ہے:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا۔

(ترجمہ) تم ایمان والوں کا سب سے زیادہ سخت دشمن یہود اور مشرکین کو پاؤ گے۔

لیکن ہندوستان کے مسلمانوں نے یہ سب ان سنی کر دی ان کے لیڈروں کا حال یہ تھا کہ انہوں نے گاندھی کو ''نبی بالقوہ'' کہا۔''مذکر من اللہ'' کہا۔مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی نے

صاف صاف لکھ دیا کہ میرا حال تو گاندھی کے بارے میں یہ ہے۔

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت
رفتی و نثار بت پرستے کردے

مجدد اعظم قدس سرہ کی اس تحریک میں حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں اور حضرت تاج العلماء قدس سرہ اعلیٰ حضرت کے دوش بدوش رہے اور انہوں نے کانگریس کی تحریک کے خلاف متعدد رسالے لکھے۔(جو درج ذیل ہیں:

(۱) قرآنی ارشاد اور ہندو مسلم اتحاد (۲) کیا نان کو آپریشن شرعی ترک موالات ہے۔(۳) خطبۂ صدارت جماعت انصار الاسلام۔(۴) گاندھیوں کا اعمال نامہ (۵) لیڈروں کا کارنامہ (۶) التحقیقات الشرعیہ فی رد خباثات الگاندھویہ (۷) مجموعہ مکاتبات فقیر و مولوی عبدالباری (۸) فتنہ ارتداد اور ہندو مسلم اتحاد (۹) رسالہ در رد مغالطات گاندھویہ۔

لیکن علمائے اہل سنت و مشائخ اہل سنت کی ساری کوششیں تقریباً رائگاں گئیں۔چند ہی خدا کے ایسے بندے ملے جنہوں نے علمائے اہل سنت کی باتوں کو بغور سنا اور سمجھا۔لیکن جب ''احمد آباد کانفرنس'' میں مسلمان لیڈروں کے ہزار مطالبے کے باوجود کانگریس نے جداگانہ انتخاب ختم کر کے مخلوط انتخاب پاس کر دیا اور پھر مسٹر جناح کے اس مطالبہ کو کہ مسلمانوں کے لیے تیس فیصد سیٹیں محفوظ کر دی جائیں، انتہائی بے دردی کے ساتھ مسترد کر دیا تو مسلم لیڈروں کی آنکھ کھلی اور کانگریس سے الگ ہو گئے۔مسٹر محمد علی جناح تو ناراض ہو کر لندن چلے گئے۔

کتنا بڑا سانحہ ہے کہ مسلمان کہلانے والے لیڈروں نے اپنے غرور و نخوت میں علماء کی بات نہ سنی اور حد یہ ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے اللہ عزوجل کے ارشادات کو بھی پس پشت ڈال دیا اور جب کانگریسی لیڈروں نے ان لوگوں کی ہزار نیاز مندیوں کے باوجود اپنی من مانی کر لی تو آنکھ کھلی۔اس وقت ہندوستان کے باحوش سنجیدہ طبقہ کو ماننا پڑا کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت اور خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین حضرات نے بروقت مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کی۔یہ پہلا موقع تھا کہ اعلیٰ حضرت اور مشائخ مارہرہ کی سیاسی برتری کو دنیا نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔

مسلم لیگ اور تاج العلماء کی مخالفت: کانگریسیوں سے مقابلہ کے وقت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ حیات تھے لیکن جب مسلم لیڈروں نے کانگریس سے مایوس ہو کر مسلم لیگ میں شریک ہو کر مسلمانوں کی الگ تنظیم کی حمایت کی تو یہ دور گاندھیوں کے دور سے بھی زیادہ پُر آشوب تھا۔مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا وصال ہو چکا تھا اور ان کے وارثین مسلم لیگ کے مقابلہ میں خاموش تھے۔ بلکہ اس خانوادے کے کچھ اطفال کھلم کھلا مسلم لیگ کے حامی تھے۔

مسلم لیگ کا جنون اتنا بڑھا کہ ان (مسلم لیگ) کے لیڈر شتر بے مہار ہو چکے تھے۔حد یہ ہے کہ مسٹر محمد علی جناح کے بارے میں یہ کہا گیا۔

تیرے رخ سے پرتو شبیر و شبر آشکار
تو سیاست کا نبی قانون کا پروردگار

مگر ساری دنیا خاموش رہی۔حضرت تاج العلماء قدس سرہ کے دفتر فضائل کا یہ زرّیں ورق ہے کہ انہوں نے مسلم لیگ کی

بے راہ روی پر سخت داروگیر کی اور لیگ کے جنونی حامیوں کے تیر ونشتر سے حتیٰ کہ بہت سے اپنوں کے بھی طعن وتشنیع برداشت کیے مگر جبل استقابت بنے ہوئے اپنی جگہ ڈٹے رہے۔

مطالبۂ پاکستان : مسلم لیگ نے بہت کوشش کی کہ کانگریس جداگانہ انتخاب یا پھر مسلمانوں کے لیے محفوظ سیٹوں کا مطالبہ منظور کر لے لیکن کانگریس کے مغرور لیڈر ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ مایوس ہو کر مسلم لیگ نے پاکستان کا مطالبہ کر لیا کہ جن صوبوں میں مسلم اکثریت ہے وہ مسلمانوں کو دے دیئے جائیں اور جن صوبوں میں ہندو اکثریت ہے وہ کانگریس کو دے دیئے جائیں۔

کانگریسیوں نے نظریہ پاکستان کی شدید مخالفت کی۔ کانگریسیوں نے جتنی شدت سے اس کی مخالفت کی اتنی ہی شدت سے مسلمانوں نے اس کی حمایت کی۔ بالآخر ''شملہ کانفرنس'' میں کانگریسیوں نے بھی نظریۂ پاکستان کو تسلیم کر لیا۔ مگر اس میں یہ ترمیم کرادی کہ مشرقی پنجاب کے جن اضلاع میں ہندو اکثریت ہے اسی طرح بنگال کے جن مغربی اضلاع میں ہندو اکثریت ہے وہ ہندوستان کو دیئے جائیں۔ اسی کے مطابق عمل درآمد ہوا۔ لیکن جب ''لارڈ ماؤنٹ بیٹن'' سرحد قائم کرنے کے لیے آئے تو انہوں نے کسی نامعلوم دباؤ کی بنا پر بہت سے ایسے علاقے جہاں مسلم اکثریت تھی ہندوستان کو دے دیئے۔ مثلاً بنگال میں دیناج پور کا مغربی علاقہ اور پنجاب میں ''گورداس پور'' وغیرہ۔ شملہ قرارداد کے مطابق پورا آسام پاکستان کو ملنا چاہیئے تھا لیکن صوبہ آسام کے صرف دو اضلاع پاکستان کو ملے بقیہ سب ہندوستان کو۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ ہوا کیا اور کیسے ہوا؟ مجھے سر دست مطالبۂ پاکستان کی سیاسی حیثیت پر گفتگو کرنی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو حصہ پاکستان کو ملا وہاں کے مسلمان ہندوؤں کے پنجۂ استبداد سے آزاد ہو گئے لیکن وہ صوبہ جات جو ہندوستان کو ملے وہاں کے مسلمان سو فیصد ہندوؤں کے بدترین غلام ہو گئے جس کی دلیل آج ہندوستان میں مسلمانوں کا حال زار ہے۔ ''سیکولر اسٹیٹ'' کا مقتضا تو یہ تھا کہ مسلمانوں کو پارلیمنٹ میں، اسمبلیوں میں آبادی کے تناسب کے لحاظ سے جگہیں ملتیں۔ اعلیٰ کاروبار اور تجارت کے لیے ان کو لائسنس ملتے۔ لیکن حال یہ ہے کہ یہ سب دروازے مسلمانوں کے لیے تقریباً بند ہیں۔ آپ خیال فرمائیے کہ غیر منقسم ہندوستاں میں یوپی کے مسلمان ممبروں کی تعداد ۵۲ تھی اور آج بمشکل یوپی اسمبلی میں ۱۵ (اور اس وقت ۲۰۱۹ء کے پارلیمانی انتخابات کے بعد تو صرف پانچ ہیں) مسلمان ہیں اور یہی حال گورنمنٹ کی ملازمتوں اور اعلیٰ کاروبار کرنے اور تجارتوں کے لائسنس کے بارے میں بھی ہے۔ مرکز کا حال صوبوں سے بھی بدتر ہے۔ عثمان بریگیڈیر اور عبدالحمید بریگیڈیر کے پاکستان کے مقابلہ میں اہم کارنامے اور پھر موت سے بھی ہندوؤں کو یہ اعتماد نہیں ہوا۔ آج بھی ہندوؤں کی نظر میں مسلمان ہندوستان کے غدار نظر آتے ہیں۔ پھر فسادات کے ذریعہ سے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی کتنی کوشش کی گئی وہ کسے نہیں معلوم؟ بابری مسجد کی شہادت اور وہاں رام مندر کی تعمیر کیا اس قابل ہے کہ ایک غیرت مند مسلمان یہ سب برداشت کر سکے؟ پاکستان نے ہندوستان کے مختصر سے رقبے کے مسلمانوں کا مسئلہ حل کیا یا نہیں؟ اس سے ہمیں سر دست بحث نہیں مگر پاکستان نے ہندوستان کے بڑے رقبے کے مسلمانوں کو ہندوؤں کا غلام بنا دیا ہے۔

اس خطرے کو ہمارے اکابر حضرت تاج العلماء، حضور حافظ ملت اور حضرت شیر بیشۂ اہل سنت نے اسی وقت بھانپ لیا تھا جب کہ غیر منقسم ہندوستان کے سارے مسلمان یہ نعرے لگا رہے تھے: ''لے کے رہیں گے پاکستان''۔ ''مر کے لیں گے پاکستان''۔ ''کٹ کے لیں گے پاکستان''۔

ہمارے ان اکابر نے ان سب خطرات سے مسلمانون کو آگاہ کیا لیکن چونکہ مسلمانوں کی اکثر آبادی کی قسمت میں ہندوؤں کی غلامی لکھی تھی اس لیے ان کی اکثریت کچھ سننے کے لیے تیار نہیں تھی۔ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ مطالبہ پاکستان سے ہٹ کر جداگانہ انتخاب یا محفوظ سیٹوں کے مطالبہ پر اڑ جانا چاہیئے تھا۔ آزادی ہندوؤں کو نہیں دینی تھی۔ انگریزوں کو دینی تھی۔ انگریزوں نے اپنے عہد میں جداگانہ انتخاب رکھا تھا۔ اگر جداگانہ انتخاب کے مطالبہ پر مسلم لیگ اڑی رہتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ ہندو اس کو تسلیم نہیں کرتے۔

اس سلسلہ میں دیوبندی علماء کا رویہ سخت قابل افسوس رہا۔ مولوی محمود الحسن سے لے کر مولوی حسین احمد ٹانڈوی اور حفظ الرحمٰن تک صرف کانگریس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے حتیٰ کہ جب مسٹر گاندھی نے کہا کہ قوم مذہب سے نہیں، ملک سے بنتی ہے۔ تو دوسرے دن مولوی حسین احمد نے کہا کہ قوم ملک سے بنتی ہے۔ یہ قرآن مجید کی ڈیڑھ سو آیتوں سے ثابت ہے۔ جس پر ڈاکٹر اقبال نے کہا ؎

عجم ہنوز نہ داند رموز دیں ورنہ
زدیوبند حسین احمد ایں چہ بو العجبی است
سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر زمقام محمد عربی است

دیوبندی مولویوں کی کانگریسی لیڈروں کی مسلسل ہاں میں ہاں ملانے پر اکبر الٰہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہ کانگریسی ملا، تم کو بتاؤں کیا ہیں؟
گاندھی کی پالیسی کے عربی میں ترجمہ ہیں

ایسے وقت جب کہ پورا ملک ایک رو میں بہہ رہا ہو عموماً بڑے بڑے مدبرین، مفکرین بھی بہہ جاتے ہیں لیکن ''خانقاہ برکاتیہ'' کا طرۂ امتیاز رہا کہ اس نے ہمیشہ اہم سے اہم موقعوں پر قوم کی رہنمائی کی اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی عام خانقاہیں بک گئیں مگر خانقاہ برکاتیہ کے بکنے کی بات بہت دور کی ہے، کسی کو اس کی ہمت بھی نہ ہوئی کہ اسے خریدنے کو سوچے۔

ہندوستان پر ہندوؤں کا تسلط عام ہونے پر ہندوستان کی خانقاہوں نے کیا کیا گل کھلائے، ان سب کو بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جن خانقاہوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ہمارے مورث اعلیٰ نے تخت و تاج کو لات مار کر درویشی اختیار کی ہے، ان کا عالم یہ میں نے دیکھا کہ پارلیمنٹ اور اسمبلی کے ٹکٹ کے لیے ہندو لیڈروں کے پیچھے بھاگے بھاگے پھرتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ اس خانقاہ کے سب سے بزرگ کا یہ جملہ خود میں نے اپنے کان سے سنا کہ ہمارے باپ دادا نے ہمارا دین بچانے کے لیے اپنا خون دیا، تم لوگ ہم کو ووٹ نہیں دو گے؟ یہ سن کر مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا اور میں یہ کہہ کر اسٹیج سے اتر آیا کہ یہ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کھلی ہوئی توہین ہے۔ اس جملہ کو آپ واپس لیں لیکن انہیں رجوع کی توفیق نہیں ہوئی۔

خانقاہ برکاتیہ کے وارثین چاہتے تو انہیں بڑا سے بڑا عہدہ مل سکتا تھا مگر انہوں نے اپنے آبائے کرام کی عظمت کو ہمیشہ باقی رہا

اور کبھی اس طرف کوئی توجہ نہیں کی۔اگر کانگریس میں شریک ہو کر مولوی محمود الحسن ''شیخ الہند'' کہلائے جاسکتے تھے اور مولوی حسین احمد ٹانڈوی ''شیخ الاسلام'' کی پدوی حاصل کر سکتے تھے تو اگر خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین کانگریس میں شریک ہو جاتے تو ان کو کانگریس کے دربار سے کیا کیا خطابات اور عہدے ملتے وہ کسی پر مخفی نہیں۔لیکن ان اللہ والوں نے اپنے اسلاف کی روش پر قائم رہ کر دین وملت اور اسلام ومسلمین کی صحیح رہنمائی کے فریضہ کو ادا کرنے میں ان مزخرفات کی کوئی پرواہ نہیں کی۔استقامت علی الحق،تصلب فی الدین ہمارے سرکاروں کا طرۂ امتیاز رہا اور اب بھی ان کے جانشین اسی روش پر قائم ہیں۔

رد بدمذہباں: آج بلکہ پہلے بھی کچھ لوگ بدمذہبوں کے رد کو بہت معیوب سمجھتے ہیں۔حالانکہ یہی ترقی یافتہ لوگ اپنے نظریہ کے مخالفین کے رد میں وہ کچھ کر گزرتے ہیں جو انسانیت کے بھی منافی ہوتا ہے۔کانگریسی مسلم لیڈران اور لیگ کے لیڈران بدمذہبوں کے رد پر کیا کیا پھبتیاں کستے تھے لیکن کانگریسی لیڈر لیگی لیڈروں اور لیگی لیڈر کانگریسی لیڈروں کو کیا کیا کہتے تھے اور کیا کیا لکھتے تھے؟ جس کا جی چاہے اخبار کی پرانی فائلوں کو اٹھا کر دیکھ لے۔دنیوی امور میں اگر کسی کا اختلاف ہو جائے تو اس کی خیر نہیں تھی۔لیکن ایک انسان مذہبی طور پر کتنا ہی گمراہ ہو اس کے خلاف اگر علماء کچھ فرماتے تو علماء کو جھگڑالو،فتنہ پرور،مسلمانوں کو لڑانے والا کہنے میں انہیں عار نہیں ہوتی۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں کی شہ پر متعدد نئے فرقے پیدا ہوئے جن میں سب سے قدیم ''وہابی'' ہے۔ان کی داغ بیل ۱۸۵۷ء سے پہلے مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' لکھ کر ڈالی تھی۔مگر اس وقت کے دہلی کے علمائے اہل سنت کی متفقہ کوششوں اور جد و جہد سے ان کی تحریک وہابیت دب گئی اگر چہ انگریزوں نے اسے زندہ رکھنے کی بھرپور کوششیں کیں جن کی بقدر ضرورت تفصیل ''منصفانہ جائزہ'' (مفتی شریف الحق صاحب کی کتاب کا نام) کے مقدمہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔لیکن ۱۸۵۷ء کے بعد جب دیوبند میں مدرسہ قائم ہوا اس کی بدولت وہابیت میں نئی جان آگئی جس کی وجہ سے علمائے اہل سنت کو اس طرف پوری توجہ دینی پڑی مگر اس خصوص میں جس ذات مقدس نے سب سے اہم خدمات انجام دی ہیں وہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات گرامی ہے۔یہ زمانہ مارہرہ مطہرہ میں سراج السالکین حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ اور حضرت مولانا سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہ کا تھا۔

خانقاہ برکاتیہ سے بدمذہبوں کا ردّ ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔وہابیوں سے پہلے ''اودھ'' (لکھنؤ) میں نوابان اودھ کی سرپرستی کے سبب سے رافضیت اور شیعیت کا بہت زور تھا۔خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین صاحبان نے اس کا پورا شدومد کے ساتھ رد فرمایا،کتابیں لکھیں اور پھر جب وہابیت نے سر اٹھایا تو اس وقت کے سجادہ نشین صاحبان نے ردو طرد میں کوئی کمی نہ کی۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے خانقاہ برکاتیہ کے بزرگوں کا ایک تعلق وہی تھا کہ اعلیٰ حضرت اس بارگاہ کے مرید ہی نہیں بلکہ ممتاز خلیفۂ ماذون تھے اور دوسرا تعلق اس وجہ سے بھی ہوا کہ اعلیٰ حضرت خانقاہ برکاتیہ کے مشن کے سب سے اعلیٰ وعمدہ ترجمان تھے اور مسلمانوں کے لیے سب سے مضر تحریک وہابیت کے لیے شمشیر براں تھے۔ایسا نہیں کہ خانقاہ برکاتیہ کے حضرات اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی اتباع میں اور ان سے متاثر ہو کر رد وہابیت میں ہمہ تن مصروف تھے۔یہ حضرات بذات خود اپنے اسلاف کے طریقہ

مرضیہ اور مذہب مہذب کے لیے وہابیت کو زہر ہلاہل سمجھتے تھے اس لیے وہ خود اپنی صوابدید کے مطابق ردوہابیہ کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عظمت وتوقیر اس لیے بھی تھی کہ اعلیٰ حضرت ان کے مشن کو بہت خوبی اور عمدگی کے ساتھ پھیلا رہے تھے اور یہ تعلق اتنا بڑھا کہ احسن العلماء فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے گھر کے بچوں کو گھٹی میں اعلیٰ حضرت کی محبت اور عظمت پلائی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ خانقاہ برکاتیہ کا ہر ہر فرد اعلیٰ حضرت کا گیت گا تارہتا ہے۔اعراس اور اجلاس میں اس مقدس خانقاہ کے سجادہ نشین ودیگر افراد اعلیٰ حضرت کے فضائل ومناقب بیان کرنے سے تھکتے نہیں۔

خانقاہ برکاتیہ کا موقف ہمیشہ سے یہی رہا کہ انہوں نے کلیات تو کلیات ،اصول تو اصول ،فروع میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتوے پر عمل فرمایا''مثلاً اذان ثانی کا مسئلہ''۔

بدایوں سے خانقاہ برکاتیہ کا تعلق سیدنا سرکار آل احمد اچھے میاں قدس سرہ کے عہد مبارک سے تھا۔حضرت مولانا شاہ عبدالمجید عین الحق رحمۃ اللہ علیہ سرکار اچھے میاں قدس سرہ کے بہت چہیتے خلیفہ تھے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مارہرہ شریف سے جو تعلق قائم ہوا وہ بھی تاج الفحول ،محبّ الرسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کے ذریعہ قائم ہوا۔وہی اعلیٰ حضرت کو مارہرہ مطہرہ لائے اور خاتم الاکابر سے مرید کرایا۔

لیکن جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ فتویٰ دیا کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے باہر ہونا سنت ہے اور منبر کے متصل ،مسجد کے اندر،خطیب کے سر پر سنت کے خلاف ہے تو حضرت مولانا سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں صاحب قدس سرہ (صاحب عرس قاسمی) نے خانقاہ برکاتیہ کی مسجد میں اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے مطابق جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے باہر کہلانی شروع کی۔

حالانکہ بدایوں کے لوگ اس فتویٰ کے بشدت مخالف تھے۔یہ زمانہ بدایوں میں حضرت مولانا عبدالمقتدر صاحب مرحوم کا تھا۔انہوں نے اعلیٰ حضرت کے رد میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی تھی اور اس وقت تک مارہرہ شریف اور بدایوں کے تعلقات میں کوئی کشیدگی بھی نہیں تھی۔لیکن اس کے باوجود کہ بدایوں سے تعلقات بہت قدیم تھے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے جدید مگر چونکہ حق اعلیٰ حضرت کے ساتھ تھا اس لیے خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشینوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتویٰ پر عمل کیا اور قدیم تعلقات کی پرواہ نہیں کی۔اس سلسلہ میں کچھ بدمزگیاں بھی ہوئیں۔جس کا کچھ تذکرہ کتاب''برکات مارہرہ ومہمان بدایوں''میں ہے۔حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت میں بدایونی حضرات کے رد میں تین رسالے بھی لکھے:

☆بدایونی مبحث الاذان۔

☆شافی جواب پر کافی ایرادات۔

☆بدایونی تحریر کے شافی جواب۔

بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔بات یہ چل رہی تھی کہ جب وہابیت نے سر اٹھایا تو خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین حضرات نے اس کی پوری پوری سرکوبی کی۔حضرت تاج العلماء نے ردوہابیہ میں متعدد رسالے تصنیف فرمائے جن میں:

☆القول الصحیح فی امتناع الکذب القبیح۔

☆تفہیم المسائل۔☆حق کی فتح مبین۔وغیرہ ہیں۔

(''ماہنامہ اشرفیہ'' مبارکپور ضلع اعظم گڑھ کا ''سیدین نمبر'' صفحہ ۳۰۵ تا ۳۱۴)

سید العلماء کے استاذ و مربی تاج العلماء۔ اعلیٰ حضرت کے وکیل صفائی

از۔ مفتی ابوصالح برکاتی مصباحی بریلوی، فائق انکلیو بریلی شریف

دین کے مجدد، اسلام کے فقیہ، علوم وفنون کے تاجدار، پیر خانے مارہرہ مطہرہ کے وفادار، سنی عقائد واعمال کے پاسبان، عشق رسول اور تحفظ ناموس رسالت کے علمبردار، اکابر مارہرہ مطہرہ کے مشن کے نقیب و پیروکار، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ پر ''مدرسہ قادریہ'' بدایوں شریف کے کچھ ذمہ داران کی طرف سے ''اذان ثانی'' کے ایک جزئی اور فرعی مسئلہ کو بنیاد بنا کر ''بدایوں کورٹ'' میں مقدمہ کرنا، سمّن و وارنٹ جاری کرا کر انہیں ''ملزم'' و ''مجرم'' کی شکل میں ''بدایوں کورٹ'' کے اندر گھسیٹنے کی کوشش کرنا، شب وروز پُر سکون وخاموش انداز میں فقہ وفتاویٰ کے ذریعہ عالم اسلام کے بیشمار خطوں سے آئے ہوئے ہزاروں سوالات کے جوابات لکھنے اور اللہ و رسول کے گستاخوں کی سرکوبی میں ہمہ تن مصروف رہنے والی مخلص ومحسن شخصیت کو قلبی صدمہ پہنچانا، زیادتی کرنا، حیثیت عرفی کو پامال کرنے کی کوشش کرنا اور اس پورے قضیہ میں حضرت ''سید العلماء'' کے ماموں جان، استاذ ومربی حضرت ''تاج العلماء'' کی طرف سے اعلیٰ حضرت کی ہر طرح سے مدد کرنے، حمایت کرنے حتی کہ کورٹ تک میں ان کی طرف سے صفائی اور گواہی دینے کے لیے تشریف لے جانے جیسے افسوس ناک تاریخی واقعات کی تفصیلات پر روشنی ڈالتی ایک اشک آلود تحریر۔

سید العلماء کی اعلیٰ حضرت سے محبت: یہ حقیقت ہے کہ انسان کمسنی کے عالم میں اپنے اردگرد جس کا ذکر زیادہ سنتا ہے اور جس کی تعریف وتوصیف سے اس کے کان آشنا ہوتے ہیں تو اس کے نقوش اس طرح اس کے ذہن ودماغ کی تختی پر جاں گزیں ہو جاتے ہیں کہ پوری زندگی اس کے اثرات سے وہ باہر نہیں آپاتا۔ اسی طرح کمسنی کے عالم میں جب کوئی بچہ کسی کے ذریعہ کی جانے والی اپنے پیاروں پر زیادتی کی داستان مسلسل سنتا رہتا ہے تو فطری طور پر زیادتی کرنے والے سے وہ شعور کی منزلوں پر پہنچنے کے بعد بھی تاحیات دور ونفور رہتا ہے۔

حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ نے کمسنی ہی سے بریلی والے اعلیٰ حضرت کو اپنے گھرانے اور اپنی خانقاہ میں آتے جاتے، محفلوں میں شریک ہوتے، اپنے بزرگوں اور مربیوں کو ان کے اعزاز وکرام اور محبت والفت کے والہانہ انداز کو دیکھا تھا اور اسی طرح ان سے محبت رکھنے والوں اور ان سے عداوت رکھنے والوں کے رویہ اور ان کا تذکرہ دیکھا اور سنا تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت نظمی میاں مارہروی علیہ الرحمہ اپنے والد گرامی حضرت سید العلماء کے بچپن کا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مارہرہ شریف میں اعلیٰ حضرت کا قیام ''مسجد برکاتی'' کے سامنے ''مدرسہ'' نام کی عمارت کے دالان میں رہتا۔ ایک بار اعلیٰ حضرت مارہرہ شریف تشریف لائے، ان دنوں میرے والد ماجد حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کا بچپنا تھا۔ اعلیٰ حضرت درگاہ شریف کی حاضری کو گئے ہوئے تھے۔ اس دوران حضرت سید العلماء باہر آئے اور اس بستر پر لیٹ گئے جو اعلیٰ حضرت کے لیے سجایا گیا تھا۔ درگاہ

شریف کی حاضری کے بعد جب اعلیٰ حضرت خانقاہ شریف میں لوٹے تو دیکھا ''سید میاں'' ان کے بستر پر براجمان ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے کچھ کہا نہیں بس پائتی ہاتھ باندھے کھڑے ہو گئے۔ اس بیچ سید میاں کے نانا اور پیر و مرشد (صاحب عرس قاسمی) حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن عرف شاہ جی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں آ پہنچے ...... نانا جان نے سید میاں کے پاس جا کر انہیں بستر سے ہٹانا چاہا مگر اعلیٰ حضرت نے عرض کیا صاحبزادے کو یونہی رہنے دیں۔''

(مارہرہ سے بریلی تک مضمون حضرت نظمی میاں مارہروی صفحہ ۱۱۵)

یہی وہ سید العلماء ہیں کہ آگے چل کر جنہوں نے اپنی پوری زندگی ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی نشر و اشاعت کے لیے وقف فرما دی اور آپ کا یہ شعر آج بھی اپنی پوری واقعیت اور معنویت کے ساتھ ہمیں مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت اور اس کی حقانیت کو تسلیم کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔

یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ آباد
حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے

تاج العلماء کے اعلیٰ حضرت سے تعلقات: حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کو اعلیٰ حضرت سے عشق اس وجہ سے بھی تھا کہ انہوں نے دیکھا اور سنا تھا کہ ان کے مربی حضرت تاج العلماء اعلیٰحضرت کی کس قدر تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مفتی شریف الحق صاحب لکھتے ہیں:

''خانقاہوں میں یہ غرور عام ہے کہ ان کا ہر ہر فرد بے علم ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو وقت کا سب سے بڑا مفتی سمجھتا ہے۔ عالم سمجھتا ہے۔ محدث سمجھتا ہے اور اجلۂ علمائے کرام کی تحقیر و تذلیل ان کا عام وظیفہ ہو گیا ہے۔ لیکن الحمد للہ تبارک و تعالیٰ خانقاہ برکاتیہ اس وبا سے پاک ہے۔ وہاں علماء کا ان کے شایان شان اعزاز و اکرام ہوتا ہے۔ اور یہ سب ثمرہ ہے اس تربیت کا جو اس خانقاہ کے بزرگوں نے اپنے اخلاف کو دی ہے۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہ بہت زبردست عالم تھے اور ایک عظیم مفتی، محدث، مفسر، کثیر المطالعہ بزرگ تھے۔ حافظہ قوی تھا۔ جو کچھ پڑھتے محفوظ رکھتے۔ انتہائی ذکی، ذہین، فطین، نکتہ رس طباع تھے جس پر ان کی تحریرات شاہد ہیں۔ اس علم و فضل کے ساتھ ساتھ خانقاہ برکاتیہ جیسی مرکزی خانقاہ کے سجادہ نشین بھی تھے۔ اس دو آتشے کی وجہ سے عام خانقاہوں کی روش کے مطابق چاہیئے تو یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو بھی خاطر میں نہ لاتے لیکن حضرت تاج العلماء اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بہت متاثر تھے۔ اس کے باوجود کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے کچھ پڑھا نہیں تھا مگر اپنا استاذ سمجھتے تھے۔ تحریر فرماتے ہیں:

''اور فقیر کو اگرچہ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ سے تلمذ رسمی حاصل نہیں مگر فقیر ان کو اپنے اکثر اساتذہ سے بہتر و برتر، اپنا استاذ جانتا ہے۔ ان کی تقریرات و تحریرات سے فقیر کو بہت کثیر فوائد دینی و علمی حاصل ہوئے اور چونکہ تحریر و تقریر میں ان کا طریقہ بے لوث اور مواخذات صوری و معنوی، شرعی و عرفی سے منزہ و مبرہ ثابت و محقق ہوا۔ لہٰذا فقیر بھی تا بہ وسعت ان کے طریقہ کا اتباع کرنا پسند کرتا ہے۔ (تاریخ خاندان برکات ص ۶۶)''

(سیدین نمبر ص ۳۱۵، ۳۱۶)

مسئلہ اذان ثانی اور مدرسہ قادریہ بدایوں: ہم اگرچہ اپنے اکابر کے مابین ہونے والے کسی بھی فرعی اور جزئی اختلاف پر گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے اور نہ ہی ہمارے اساتذہ نے ہماری اس طرح کی تربیت کی ہے مگر جب لوگ حقیقت کو بدلنے لگیں، تاریخ کا دھارا موڑنے لگیں، غلط رنگ سے اور غلط بیانی سے تاریخی حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے کسی حق پسند، حق پرست، حقدار اور مظلوم شخصیت اور بے قصور خانوادے کی شخصیات کو غلط ڈھنگ سے پیش کرنے کی کوشش کریں تو پھر بوجہ مجبوری نا چاہتے ہوئے بھی ''تاریخی

حقائق'' پر پڑے پردے کو ہٹانا ہی پڑتا ہے۔اس وجہ سے ہمیں قضیۂ اذان ثانی اور بدایونی مقدمے کے تعلق سے یہ مضمون لکھنا پڑا۔جس کا مقصد نہ تو ''گڑے مردے اکھاڑنا ہے''اور نہ ہی کسی ''نئے اختلاف'' کو جنم دینا ہے۔بلکہ ہماری تو خواہش وتمنا اور کوشش ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ یہ رہے گی کہ''بریلی اور بدایوں'' کا یہ اختلاف خدا کرے جلد سے جلد دور ہو جائے اور پھر دونوں خانوادے ویسے ہی شیر وشکر ہو جائیں جس طرح تاج الفحول حضرت علامہ عبد القادر بدایونی علیہ الرحمہ کے زمانہ میں تھے۔ہماری اس تحریر کے محرکات مندرجہ ذیل ہیں:

☆ دہلی سے نکلنے والے ایک رسالے کے مدیر اور ان کے چند رفقائے کار حضرات پھر دہلی کے ایک معروف قلمکار صاحب کچھ برسوں سے اپنی تحریروں، اپنی نجی مجلسی گفتگو اور اشارے کنائے میں برسر منبر اپنے خطابات سے عوام اہل سنت خاص کر اہل سنت کے نوخیز علماء اور مدارس اہل سنت کے سادہ ذہن طلبہ کو اس طرح کا تاثر مسلسل دے رہے ہیں کہ'' مرکز اہل سنت بریلی شریف'' کے ارباب حل و عقد اور ان کے متبعین علماء نے مدرسہ قادریہ بدایوں کے ارباب اور علمائے بدایوں کے ساتھ ناروا سلوک و برتاؤ کیا ہے اور انہیں اہل سنت کی جملہ سرگرمیوں کے منظر نامہ سے غائب کر دیا ہے۔

☆ قضیۂ اذان ثانی میں مرکز اہل سنت کو زیادتی کرنے والا باور کرانے کی چند سالوں سے ایک طبقہ مذموم کوشش کر رہا ہے۔

☆ ضلع بدایوں کے قصبوں، دیہاتوں اور خطوں میں بدایونی علماء کے عقیدت مند اور ان کے متبعین آج بھی اعلیٰ حضرت، خانوادۂ اعلیٰ حضرت اور سنی بریلوی علماء کے خلاف ماحول سازی کرتے رہتے ہیں۔حتیٰ کہ ان خطوں میں اگر کوئی اعلیٰ حضرت کا نام لیوا اور مسلک اعلیٰ حضرت کا علمبردار کوئی امام، خطیب اور مدرس پہنچ جائے اور وہاں ان حضرات کا اثر ورسوخ ہو تو اسے وہاں سے چلے جانے پر مجبور کر دیا جاتا ہے نیز وہاں ہونے والے اعلیٰ حضرت کے عقیدتمندوں پر مشتمل جلسوں میں اگر چند بدایونی لوگ شامل ہو جائیں تو مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگانے پر روک لگاتے ہیں۔

☆ ابھی چند دنوں پہلے ہمارے علاقہ میں مداریوں سے اذان ثانی کے مسئلہ میں اختلاف ہوا تو وہ لوگ دلیل میں مارہرہ شریف سے چھپا ہوا ایک پوسٹر پیش کرنے لگے (جس کی حقیقت آگے واضح ہوگی) ۔ اس وقت یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اس مسئلہ کی حقیقت نوخیز علماء اور طلبہ کے سامنے آنا چاہیئے۔

☆ مدرسہ قادریہ کے ارباب حل وعقد علمائے بدایوں کے خلاف مرکز اہل سنت بریلی شریف سے نہ اُس وقت ذاتی حملے کئے گئے جبکہ یہ معاملہ کورٹ تک پہنچ چکا تھا اور نہ ہی اس کے بعد سے آج تک مرکز کے ذمہ داران سے بدایوں شریف کے پرانے اور نئے علماء کے بارے میں کچھ نامناسب باتیں کہتے سنا گیا۔

☆ بہت زمانے پہلے ہی سے کچھ لوگ اس قضیہ کے سلسلہ میں اس طرح کی تشہیر کرتے ہیں کہ جس سے نوجوان نسل کے علماء اور مدارس کے طلبہ کو ایسا لگتا ہے کہ اس معاملہ میں زیادتی اہل بریلی کی طرف سے ہوئی تھی۔حضرت مفتی شریف الحق صاحب نے اپنے دور میں بھی پھیلائی جانے والی اس غلط بیانی کے سلسلہ میں لکھا ہے:

میں (مفتی محمد شریف الحق امجدی) اس کا تذکرہ نہ کرتا لیکن بہار کے ایک صاحب بدایوں اور بریلی کے اختلاف کو بہت غلط رنگ سے لکھ لکھ کر چھاپ رہے ہیں۔اگر چہ ان کا چھاپا آسمان پر تھوکنے والے کی طرح انہی کے منہ پر آ رہا ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ کچھ ناواقف غلط فہمیوں کے شکار ہوں۔میری (مفتی شریف الحق امجدی کی) شروع سے روش یہی رہی ہے کہ اکابر کے کسی اختلاف کو بھول جایا جائے اور حضرت تاج الفحول محبّ رسول مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عہد پاک تک بریلی اور بدایوں کے مابین جو محبت وعقیدت

کے تعلقات تھے وہ پھر قائم ہو جائیں اور اب سے ایک دوسرے پر نہ کیچڑ اچھالی جائے، نہ افترا اور بہتان باندھا جائے۔ مجھے یہ خبر ملی ہے اور تصدیق بھی ہو چکی ہے کہ بدایوں کے ذمہ دار افراد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا جب نام لیتے ہیں تو:

''مولوی احمد رضا خاں مرحوم''

کہتے ہیں۔انہیں اپنے اس رویہ پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔''

(سیدین نمبر ص ۳۱۷)

قضیۂ اذان ثانی کی حقیقت: اصل میں معاملہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریباً ۱۳۳۲ھ کے آس پاس ایک مردہ سنت کو زندہ کرنے کی غرض سے یہ فتویٰ جاری کیا تھا کہ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت ہونے والی اذان خطبہ جسے اذان ثانی کہا جاتا ہے وہ منبر سے متصل، امام کے سر پر، مسجد کے اندر (داخل مسجد) نہ دی جائے بلکہ مسجد کے باہر جو فقہی اصطلاح میں خارج مسجد حصہ ہے وہاں دی جائے۔یہی فقہی مسائل کا مقتضاء ہے اور یہی سنت بھی ہے۔

اعلیٰ حضرت،شہزادگان اعلیٰ حضرت اور خلفائے اعلیٰ حضرت نے باقاعدہ طور پر اس کی تحریک بھی چلائی۔اس وقت علمائے بدایوں مدرسہ قادریہ بدایوں شریف میں حضرت علامہ عبد المقتدر بدایونی علیہ الرحمہ باحیات تھے۔انہوں نے اور ان کے دیگر اہل خانہ اور اہل مدرسہ علماء نے اس ایک فرعی اور جزئی مسئلہ میں ایسا شد و مد کے ساتھ اختلاف کیا جو اہل علم کی شایان شان نہیں تھا۔اس سلسلہ میں انہوں نے اعلیٰ حضرت کے ساتھ ناروا اور غیر اخلاقی سلوک تو کیا ہی مگر اپنے پیر خانے کے شہزادگان خاص کر اعلیٰ حضرت کے فتوی کی حمایت کرنے اور اس پر عمل درآمد کرانے والی بزرگ شخصیت حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم مارہروی اور ان کے شہزادے حضرت تاج العلماء مفتی محمد میاں برکاتی علیہا الرحمہ کی ذوات مقدسہ پر بھی بے شمار حملے کیے۔جس کی وجہ سے حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کے استاذ و مربی اور ماموں جان حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ کو کئی رسالے تحریر کرنا پڑے۔اس کی تفصیل حضرت مفتی شریف الحق صاحب کی زبانی سنیں:

''خانقاہ برکاتیہ کا موقف ہمیشہ سے یہی رہا کہ انہوں نے کلیات تو کلیات، اصول تو اصول، فروع میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتوی پر عمل فرمایا'' مثلاً اذان ثانی کا مسئلہ''۔بدایوں سے خانقاہ برکاتیہ کا تعلق سیدنا سرکار آل احمد اچھے میاں قدس سرہ کے عہد مبارک سے تھا۔حضرت مولانا شاہ عبد المجید عین الحق رحمۃ اللہ علیہ سرکار اچھے میاں قدس سرہ کے بہت چہیتے خلیفہ تھے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مارہرہ شریف سے جو تعلق قائم ہوا وہ بھی تاج الفحول، محبّ الرسول حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کے ذریعہ قائم ہوا۔وہی اعلیٰ حضرت کو مارہرہ مطہرہ لائے اور ''خاتم الاکابر'' سے مرید کرایا۔لیکن جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ فتویٰ دیا کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے باہر ہونا سنت ہے اور منبر کے متصل، مسجد کے اندر، خطیب کے سر پر سنت کے خلاف ہے تو حضرت مولانا سید شاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں صاحب قدس سرہ (صاحب عرس قاسمی) نے خانقاہ برکاتیہ کی مسجد میں اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے مطابق جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے باہر کہلانی شروع کی۔ حالانکہ بدایوں کے لوگ اس فتویٰ کے بشدت مخالف تھے۔یہ زمانہ بدایوں میں حضرت مولانا عبد المقتدر صاحب مرحوم کا تھا۔انہوں نے اعلیٰ حضرت کے رد میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی تھی اور اس وقت تک مارہرہ شریف اور بدایوں کے تعلقات میں کوئی کشیدگی بھی نہیں تھی۔ لیکن اس کے باوجود کہ بدایوں سے تعلقات بہت قدیم تھے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے جدید مگر چونکہ حق اعلیٰ حضرت کے ساتھ تھا اس لیے خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشینوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتوی پر عمل کیا اور قدیم تعلقات کی پرواہ نہیں کی۔اس سلسلہ میں کچھ بدمزگیاں بھی ہوئیں۔جس کا کچھ تذکرہ کتاب ''برکات مارہرہ و

مہمان بدایوں‘‘ میں ہے ۔حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت میں بدایونی حضرات کے رد میں تین رسالے بھی لکھے:

☆ بدایونی مبحث الاذان۔☆ شافی جواب پر کافی ایرادات۔

☆ بدایونی تحریر کے شافی جواب۔‘‘ (سیدین نمبر ص۳۱۳،۳۱۴)

بدایونی مقدمہ سے نقصان: بدایوں مقدمہ نے جہاں ایک طرف دیوبندیوں اور وہابیوں کو تقویت پہنچائی تھی اور اہل سنت پر ہنسنے کا موقع دیا تھا وہیں اس مقدمہ نے اعلیٰ حضرت، شہزادگان اعلیٰ حضرت اور خلفائے اعلیٰ حضرت جیسی علمی شخصیات کا کس قدر نقصان کیا تھا اس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں کہ جنہوں نے مقدمات کی پریشانیاں جھیلی ہوں۔ایسا نہیں کہ یہ صرف ان کا ذاتی نقصان ہوا ہو بلکہ اس مدت میں کہ جب کہ اعلیٰ حضرت کا قلم وصال سے پہلے کے دس سالوں میں خوب رواں دواں تھا ایسے میں اس مقدمہ کی الجھنوں میں علمائے بدایوں نے کتنا نقصان دین و مذہب کا کیا ہوگا ہر ہوش مند اس کا اندازہ بخوبی لگا سکتا ہے بقول حضرت صاحب عرس قاسمی: ’’ان پر کیا حملہ ہے؟ دین پر حملہ ہے‘‘۔ پھر ایک بات یہ بھی غور کرنے کی ہے کہ اعلیٰ حضرت وہابیوں، دیوبندیوں اور دیگر بدمذہبوں کے کھلے دشمن تھے۔مگر جو کام ان بدمذہبوں نے باوجود اتنی شدید مخالفت کے کبھی نہیں کیا وہ کام مدرسہ قادریہ بدایوں سے وابستہ علمائے بدایوں نے کر ڈالا۔انہوں نے اسی پر بس نہ کیا کہ مقدمہ کر کے خاموش بیٹھ جاتے بلکہ ہر طرح سے عاجز و پریشان کیا گیا۔ اس وقت کے بزرگوں سے سینہ بہ سینہ ہم نے یہ سنا ہے کہ ان حضرات نے بدایوں کا ماحول ایسا بنا دیا تھا کہ جب حضرت صدر الشریعہ اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام، اعلیٰ حضرت کی طرف سے مقدمہ بدایوں کی تاریخوں پر بدایوں جاتے تو ان حضرات کو کوئی تانگے والا نہ تو اپنے تانگے پر بیٹھاتا اور نہ ہی کوئی ہوٹل والا انہیں چائے پانی کرنے دیتا۔ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک تانگے والے نے ان دونوں حضرات کو اپنے تانگے پر بیٹھا لیا تب از راہ مزاح حضرت صدر الشریعہ نے یا حضور حجۃ الاسلام نے اس سے کہا کہ شاید تم ہماری طرف کے لگتے ہو۔اس نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو اس لیے نہیں بٹھایا کہ میں آپ کا طرفدار یا عقیدت مند ہوں۔ بلکہ اس لیے بٹھایا ہے کہ آپ بھی خان صاحب ہو اور میں بھی خان ہوں۔

بدایوں مقدمہ میں تاج العلماء کی گواہی: حضرت سید العلماء کے نانا جان صاحب عرس قادری حضرت سیدنا شاہ اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں اور ان کے شہزادے حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ نے قضیۂ اذان ثانی اور اس کی پاداش میں مدرسہ قادریہ بدایوں شریف کے ارباب حل وعقد اور علماء کی جانب سے بدایوں کورٹ میں جو مقدمہ دائر کیا اور اعلیٰ حضرت کو وارنٹ اور سمن کے ذریعہ امام احمد رضا کے وصال ۱۳۴۰ھ سے تقریباً چھ سال پہلے عمر کے اس آخری پڑاؤ پر ۱۳۳۴ھ میں کورٹ کے اندر گھسیٹنے کی جو کوشش کی تھی اس وقت انہیں روحانی اور جسمانی، ذہنی اور قلبی جو صدمہ پہنچا تھا اس کے لیے ضروری یہ تھا کہ کوئی مونس و غم خوار اور مشفق و مہرباں ہو جو انہیں تسلی دے سکے۔اس سلسلہ میں ان دونوں حضرات نے اپنے گھرانے اور اپنی خانقاہ کے مرید و خلیفہ اور اپنے بزرگوں کے مشن کے سب سے کارآمد مبلغ و داعی اور ناشر امام احمد رضا کو ہر طرح سے تسلی دی، خط و کتابت کے ذریعہ، ان کے فتوی پر عمل درآمد کرا کر، ان کی حمایت میں تحریریں اور کتب و رسائل لکھ کر حتیٰ کہ مقدمہ میں کورٹ کے اندر جا کر ان کی طرف سے بحث کر کے، ان کے وکیل صفائی بن کر صفائی پیش کر کے اور ان کے حق میں گواہی دے کر۔اس پورے واقعہ کو حضرت مفتی شریف الحق صاحب نے یوں لکھا ہے:

’’یہاں ہر سنجیدہ متین آدمی کے لیے سوچنا یہ ہے کہ اذان ثانی کا مسئلہ ایک جزئی مسئلہ تھا تو انہیں اپنی بات سنجیدگی اور متانت کے ساتھ لکھ کر

چھاپنے کا حق تھا تو اس پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور ان کے متعلقین کو بھی یہ حق تھا کہ ان کا رد لکھتے اور انہوں نے لکھا۔لیکن کچہری میں جا کر ایک علمی مبحث میں عاجز آ کر مقدمہ دائر کرنا نہ علم کی شان کے لائق ہے اور نہ دینداری ہے۔ایک فروعی مسئلہ میں اتنا ''چراغ پا'' ہونا ہی غلط ہے۔رہ گیا تحریروں پر مواخذہ وہ بدایوں کے حضرات نے بھی کیا اور بریلی کے حضرات نے بھی کیا۔اب اگر بریلی کا مواخذہ بھاری پڑ گیا تو اس میں بریلی والوں کا کیا قصور؟ آپ نے ایسی بات ہی کیوں کی کہ پھنسیں؟ اس کے باوجود کہ حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے کچھ کتابیں جناب مولانا عبدالمقتدر سے بھی پڑھیں اور مسئلہ اذان ثانی میں مرحوم ہی نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلاف بدایوں میں محاذ کھولا تھا۔مگر حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا اتباع کیا بلکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت میں بدایونی حضرات کا رد کیا۔اس خصوص نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت اس درجہ فرمائی کہ بآں عظمت و کمال اور سجادہ نشین ہونے کے بدایونیوں کے خلاف اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حمایت میں بدایوں کچہری میں تشریف لے گئے۔قصہ یہ ہوا کہ مسئلہ اذان ثانی میں بدایونی حضرات نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر ''ہتک عزت عرفی'' کا بدایوں میں مقدمہ دائر کر دیا۔اس مقدمہ میں بدایونی حضرات نے بہت کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ بدایوں ''ملزم'' کی حیثیت سے تشریف لائیں اور ملزم کی جگہ ''کٹہرے''میں کھڑے ہوں۔اس کے لیے (سمن) گیا۔اعلیٰ حضرت نے لینے سے انکار فرما دیا۔ بدایونی حضرات نے ''وارنٹ'' جاری کرایا جو تعمیل نہ ہو سکا اور صرف سرجن کے اس سرٹیفکیٹ پر کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بہت ضعیف، بیمار، کمزور ہیں (یہ کوئی جھوٹا سٹرفکیٹ نہیں تھا کہ جس طرح آج لوگ بنوا لیتے ہیں بلکہ حقیقت یہی تھی کیونکہ یہ اعلیٰ حضرت کی زندگی کے آخری برسوں کا معاملہ ہے جس میں تصنیف و تالیف اور فتاویٰ کے شب و روز کام کرنے کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کافی نحیف و ناتواں ہونے کے ساتھ بیمار رہنے لگے تھے)۔کچہری میں جانے کی ان میں قوت نہیں، اعلیٰ حضرت کو متعلقہ حاکم نے حاضری سے مستثنیٰ کر دیا اور مقدمہ کی کارروائی آگے بڑھی۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی طرف سے صفائی کے لیے جو بزرگ پیش ہوئے ان میں حضرت تاج العلماء قدس سرہ بھی تھے۔بدایونی وکیل نے یہ درخواست پیش کی کہ:

''حضرت تاج العلماء کی صفائی مدعا علیہ کے حق میں قابل قبول نہیں۔کیونکہ یہ ان کے پیرزادے ہیں۔''

اس کے جواب میں تاج العلماء نے فرمایا کہ:

''میں مدعیان (ارباب مدرسہ قادریہ بدایوں) کا بھی پیرزادہ ہوں اس لیے کہ ان کے مورث اعلیٰ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب عین الحق رحمۃ اللہ علیہ میرے جد امجد حضور سیدنا سید ابوالفضل آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ کے خلیفہ ہیں۔نیز میں مدعیوں سے بنسبت مدعا علیہ کے یوں بھی زیادہ قریب ہوں کہ میں نے مولانا عبدالمقتدر صاحب مرحوم سے کچھ اسباق پڑھے ہیں۔''

اس پر حاکم نے بدایونی وکیل کی درخواست مسترد کر دی اور حضرت تاج العلماء کو گواہ تسلیم کر لیا۔اس مقدمہ کا فیصلہ یہ ہوا کہ بدایونی دعویٰ خارج ہوا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ باعزت بے داغ بری ہوئے۔یہ خبر جب اعلیٰ حضرت کو ملی تو فرمایا:

''بدایوں ہی تھا''

جب بدایونی کی طرف سے اس پر بہت زیادہ زور صرف کیا گیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کچہری میں ضرور تشریف لائیں تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ''احمد رضا تو احمد رضا، احمد رضا کی جوتی بھی کچہری میں نہ جائے گی۔انہوں نے اپنی سرکار میں میرے خلاف مقدمہ دائر کر دیا ہے میں نے بھی اپنی سرکار (سرکار مدینہ اور سرکار بغداد) میں اپنا

مقدمہ دائر کر دیا ہے اور ہوگا وہی جو میرے سرکار چاہیں گے۔''

(سیدین نمبر ص ۳۱۶، ۱۳۷)

صاحب عرس قاسمی اور تاج العلماء کی حمایت: حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ کو اعلیٰ حضرت کی مدد کرنے کی تلقین کرتے ہوئے اسی مقدمہ بدایوں کے زمانہ میں حضرت صاحب عرس قاسمی نے اپنے شہزادے حضرت تاج العلماء کو ایک خط مکتوب ۲؍ شعبان ۱۳۳۴ھ کو لکھنؤ ارسال فرمایا جس میں یوں تحریر کرتے ہیں:

''اب تم (تاج العلماء) بریلی اتر لو وہاں میں (حضرت مولانا) مولوی احمد رضا خاں صاحب سے بھی مل لوگے۔ وہ آج کل مخمصہ (بدایوں کورٹ کے مقدمہ کی مصیبت) میں ہیں۔ ان پر کیا حملہ ہے۔ دین پر حملہ ہے۔'' (مفاوضات طیبہ ص ۱۴ مکتوب نمبر ۱۷)

ایسا نہیں کہ حضور صاحب عرس قاسمی علیہ الرحمہ نے محض رسماً اپنے شہزادے حضرت تاج العلماء کو بریلی بھیجا ہو بلکہ انہوں نے اس وقت تک خود اور اپنے شہزادے کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کی بھرپور حمایت واعانت فرمائی جب تک کہ مقدمہ کا فیصلہ اعلیٰ حضرت کے حق میں نہ ہو گیا۔ اس درمیان آپ برابر زبانی اور تحریری طور پر بھی اعلیٰ حضرت کو دلاسے دیتے رہے۔ چنانچہ اپنے ایک مکتوب جو انہوں نے مقدمۂ بدایوں کے زمانہ میں اعلیٰ حضرت کے نام تحریر فرمایا تھا اس میں جو دلاسے دیئے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں:

فخر الافاضل، صدر الاماثل، افضل العلماء، اجل الفضلاء، دامت برکات افادتھم علینا۔

پس از تسلیم مالوف بالوف تعظیم ملتمس ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ فقیر بخیر ہے اور خیر وعافیت مزاج مبارک کا مستدعی۔ فقیر کو اس حملہ نامرضیہ کا۔ جو بظاہر آپ پر اور اصل میں دین اسلام پر ہے۔ نہایت رنج ہے۔ افسوس صد افسوس کہ ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا ہے اور تقریباً ہزاروں آدمی اس وقت موجود ہیں جنہوں نے حضرت استاذی مولانا مولوی عبد القادر صاحب قدس سرہ اور آپ کے مراسم اور محبت کے برتاوے دیکھے ہیں۔ یا اب یہ حال ہوا ہے کہ جس سے مسلمان دینداروں کو روحی صدمہ اور بدمذہبوں کو موقعہ شماتت اور خوشی کا مل گیا ہے۔ اگرچہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہوگا کچھ نہیں مگر معاندین اور مخالفین مذہب حق کو چند دنوں یہ خوشی کا موقع مل گیا۔ فقیر اگرچہ آپ کی کسی ظاہری اعانت کے لائق نہیں مگر ہر وقت دل سے دعا کر رہا ہے کہ اس مخمصے سے باحسن رجوع آپ کو طمانینت حاصل ہو اور آپ کے دست وقلم سے دین حق کی ہر طرح سے اعانت ہوتی رہے اور مخالفین دین کو ذلت پہنچتی رہے۔''

(مفاوضات طیبہ مکتوب نمبر ۱۸ ص ۱۴)

اس خط میں حضرت صاحب عرس قاسمی جیسی عظیم شخصیت نے اعلیٰ حضرت کے لیے جن القاب وآداب اور خطابات کا استعمال کیا ہے اس سے ان نوخیز سنی علماء اور موجودہ دور کے کچھ ان ارباب خانقاہ کو درس حاصل کرنا چاہیئے کہ جو وہابیوں، دیوبندیوں اور جدیدیوں کے زیر اثر اعلیٰ حضرت کو صرف ''فاضل بریلوی'' یا ''مولانا احمد رضا مرحوم'' لکھتے اور بولتے ہیں۔

قضیۂ اذان ثانی اور مقدمہ بدایوں کی تفصیل مارہرہ مقدسہ کے بزرگوں کی زبانی:

اس قضیہ اذان ثانی اور مقدمہ بدایوں کی کافی تفصیلات ہم اوپر حضرت مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں۔ اب آیئے حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کے پیرو مرشد، ان کے مربی اور ان کے نانا جان، صاحب عرس قاسمی حضرت سیدنا شاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حسن عرف شاہ جی میاں مارہروی علیہ الرحمہ، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ کی زبانی وہ تمام تفصیلات سنتے ہیں جو انہوں نے ''نواب سید سردار علی خاں صاحب، سردار نواز جنگ بہادر'' کے نام ۲۴؍ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ میں لنگسگور ریاست حیدرآباد کو ارسال کردہ

اپنے مکتوب میں بیان فرمائی ہیں۔ لکھتے ہیں:

''۸۶۷۔سید صاحب۔ جمیل المناقب، رفیع المناصب،
اوصله الله تعالیٰ الیٰ ما یتمناه۔

پس از سلام مسنون ودعاہائے ترقیات اقبال وعمرودولت مشحون واضح رائے گرامی ہو۔

بفضلہٖ تعالیٰ۔ فقیر بخیر ہے اور خیر وعافیت آپ کی مع متعلقین مطلوب۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مندرجہ سے مطلع ہوا۔ جس مشرب کے ہم نقال ہیں اس میں کسی سے رنج رکھنا کب جائز ہے؟ اگر کسی نے کچھ خلاف بھی کیا تو اگر ہم اس کے مستحق تھے تو اس کی کیا بے جائیت ہے؟ اور ہم اگر مستحق نہ تھے تو اللہ تعالیٰ جو چاہے گا اس کا بدلہ کرے گا۔

بہرحال میں ناخوش نہ تھا۔ امیروں کا قاعدہ ہے کہ کبھی خوش کبھی ناخوش۔ یہ معمولی بات ہے۔ مگر اس وقت آپ کی اس تحریر سے البتہ رنج ہوا کہ آپ نے بلا سمجھے اور بنا عمیق نظر ڈالے ایک رائے (ہمارے) خلاف قائم کرلی۔

یہ تو آپ خوب جانتے ہیں کہ جونسبت آپ کو مولانا شاہ عبدالمقتدر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دو پشت سے ہے وہ ہی نسبت جناب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو محمد میاں سلمہ سے پانچ پشت (مولانا عبدالمجید عین الحق بدایونی علیہ الرحمہ کے زمانہ) سے ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ رہے گی۔

آپ نے مسائل فقہیہ فرعیہ میں جو اختلاف ہوتا ہے اس سے کوئی ذاتی مخالفت اور پرانے تعلقات کو ''سوہان روح'' ہونا کیسے مان لیا؟ اگر آپ کا یہ مستخرجہ نتیجہ مان لیا جائے تو صحابہ سے لے کر آج تک کوئی آپس میں ایک دوسرے کو ''سوہان روح'' پہونچانے اور ذاتی مخالفت ہونے سے نہیں بچتا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تلامذہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے سیکڑوں مسائل فرعیہ میں اختلاف رائے ہے۔ کیا وہ حضرات آپس میں خدانخواستہ ایک دوسرے کے ذاتی مخالف اور عدو تھے؟

سب سے بڑھ کر یہ دیکھئے کہ میرے اور آپ اور جناب مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کے آقائے معظم، دستگیر اعظم، حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہزاروں حضور کے غلام، جاں نثار اور میں اور مولانا (عبدالمقتدر) صاحب اور ہمارے اجداد قدست اسرارهم ۔ مسائل فقہیہ میں دوسرے مذہب کے پابند اور مقلد ہیں۔ ہمارے حضور (غوث اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی تھے اور ہم سب حضور کے جاں نثار خدام ''حنفی'' ہیں۔ یہاں تک کہ آپ تو خود حضور (غوث اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں ہیں اور حنفی ہیں۔ تو کیا آپ کو (حنفی ہونے اور غوث اعظم کے حنبلی ہونے کی وجہ سے غوث اعظم سے) ذاتی مخالفت ہے؟ اور (حنفی مذہب کی تقلید کرنے کی وجہ سے کیا) حضرت (غوث اعظم) کو ''سوہان روح'' پہنچاتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

محمد میاں (حضرت تاج العلماء) کا رسالہ ''مبحث الاذان'' صرف ایک مسئلہ فرعیہ (مسئلہ اذان ثانی) کے انکشاف میں ہے جو ان کو تتبع کتب حدیث شریفہ وفقہ منیفہ اور اقوال محدثین وفقہائے کرام سے منکشف ہوا وہ انہوں نے قلمبند کرکے، طبع کرا کر سب سے اول مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ یہ معلوم نہ تھا کہ صاحبان مدرسہ (قادریہ مولوی محلّہ بدایوں) اب مسائل فقہیہ، فرعیہ میں بھی اپنے خلاف رائے والے کو (ذاتی) مخالف اور عدو سمجھیں گے؟

مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو بفضلہٖ تعالیٰ عالم وکامل تھے۔ (اور ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ) انہوں نے تو زیادہ سے زیادہ یہ سمجھا ہوگا کہ اس مسئلہ میں آپس میں رائے کا خلاف ہے۔ مگر ''مولوی محبّ احمد'' اور ان کے صاحبزادے وغیرہم نے اس کو مخالفت ذاتی پر مبنی کیا۔

اگر یہ ہی مخالفت، ذاتی مخالفت ہے تو اول حضرت ''سیف المسلول مولانا فضل رسول'' قدس سرہ اور ''تاج الفحول

مولوی مولانا عبدالقادر'' صاحب قدس سرہ میں، باپ بیٹوں، استاد، شاگر، پیر و مرید میں بدرجہ اولیٰ ہے۔(کیونکہ) مولوی حضرت فضل رسول صاحب قدس سرہ ''یزید پلید'' پرلعنت کرتے تھے اور ''مجوزین لعن'' (یزید پر نام بنام متعین طور پر لعنت کرنے کو جائز ٹھہرانے والے طبقے) میں تھے اور ہمارے حضرت استاد (حضرت تاج الفحول بن علامہ فضل رسول) ساکتین (یزید پلید پر نام بنام متعین طور پر لعنت کرنے کو جائز کہنے اور ناجائز کہنے سے سکوت اور خاموشی کا موقف رکھنے والے طبقے) میں تھے۔لعن (لعنت) نہیں کرتے تھے۔حالانکہ حضرت استاذی (تاج الفحول) قدس سرہ نے بارہا مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ''حضرت والد ماجد (علامہ فضل رسول) مجھ کو اس مسئلہ کے بارے میں اکثر ارشاد (یعنی لعنت کرنے کے جواز والے موقف کے صحیح ہونے کے بارے میں) فرماتے تھے مگر میرے ذہن میں نہیں آتا تھا۔یہاں تک کہ حضرت کو تیزی (غصہ) آجاتی تھی۔

اس سے بڑھ کر اور یہ ہے کہ میرے حضرات (اکابر خانقاہ برکاتیہ) قدست اسرارہم بھی ''مجوزین لعن'' تھے۔تو اگر یہ ذاتی مخالفت تھی تو حضرت استاذی (تاج الفحول) قدس سرہ (یزید پلید پر لعنت کرنے پر سکوت اختیار کرنے اور اپنے پیر خانے مارہرہ مقدسہ کے اکابر بزرگوں کے خلاف سکوت کا موقف اپنانے کو) ہرگز گوارا نہ فرماتے۔

''کفر ابو طالب'' میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کا ایک رسالہ ہے اور اس میں (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے) کفر ثابت کیا ہے۔حضرت استاذی (تاج الفحول) قدس سرہ نے اس (اعلیٰ حضرت کے رسالہ) کی تصدیق فرمائی ہے۔(جبکہ) میرے بزرگ (اکابر خانقاہ برکاتیہ) اس (کفر ابی طالب) مسئلہ میں ساکت تھے جیسے شیخ (عبدالحق) محدث دہلوی ساکت ہیں۔اگر یہ ذاتی مخالفت ہے تو میرے سب بزرگوں (اکابر خانقاہ برکاتیہ) سے ذاتی مخالفت قائم ہوتی ہے جو کسی طرح سے قابل قبول نہیں ہے۔

اس مسئلہ کفر ابو طالب کا جب میں نے اول اول (اعلیٰ حضرت کا لکھا) رسالہ دیکھا، میں اتفاق سے اس وقت ''بدایوں'' تھا۔میں وہ رسالہ لیے ہوئے حضرت استاذی (تاج الفحول) قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی ہے!!!

فرمایا کہ:

''میری رائے میں راجح قول یہ (اعلیٰ حضرت کا موقف) ہی ہے۔ اگر چہ اہل بیت (ابو طالب کے) ایمان کی طرف گئے ہیں''۔میں نے عرض کیا کہ جب اہل بیت ایسا فرماتے ہیں تو پھر یہ راجح کیوں ہے؟

فرمایا کہ:

''اہل بیت سے مراد ''سادات زیدیہ'' (جو ایک فرقہ روافض ہے وہ مراد) ہیں۔''

مگر حضرت استاذی قدس سرہ نے کوئی رنج اس اپنے اور میرے خلاف پر ظاہر نہ فرمایا۔اگر مسائل اختلافیہ دیکھے جائیں تو قریب قریب دو ثلث ہوں گے۔مگر خدانخواستہ وہ اختلاف ایک دوسرے کے عناد پر مبنی نہیں ہے۔

خود ایک اہم رکنِ اسلام ''نماز'' ہے۔دیکھئے کہ اس کے متعلقات میں کس قدر اختلاف ہیں؟ کوئی ''رفع یدین'' کرتا ہے، کوئی نہیں کرتا۔کوئی (سورۃ) ''فاتحہ خلف الامام'' پڑھتا ہے، کوئی منع کرتا ہے۔قس علیٰ ھٰذا۔مگر ایک دوسرے سے عداوت یا ذاتی مخالفت نہیں ہے۔یہ ''مشتے نمونہ از خروار'' ہے۔کہاں تک شمار کراؤں؟

اب تھوڑا سا حال محمد میاں (حضرت تاج العلماء) کے رسالہ ''مبحث الاذان'' شائع کرنے کی ضرورت کا تحریر کرتا ہوں:

''دبدبۂ سکندری''، رامپور میں یہ مسئلہ (اذان ثانی یعنی خطبے کی اذان خارج مسجد ہو اس کا فتویٰ جو اعلیٰ حضرت نے دیا تھا وہ) طبع ہو کر مارہرہ پہنچا۔(حضرت) مہدی حسن (میاں علیہ الرحمہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ) نے اول دیکھا۔مجھے نماز جمعہ کے وقت دکھا کر کہا گیا کہ مسئلہ بہت مدلل معلوم ہوتا ہے۔ہم اپنی مسجد میں اس پر عمل

کرانا چاہتے ہیں۔ میں نے بھی دیکھا، واقعی استناد کے ساتھ تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ میں اس کے بارے میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ جب کتابیں دیکھ لوں گا، کہوں گا مگر میں بادی (اس مسئلہ کی حقانیت اور راجحیت کو ظاہر کرنے والا) اس وقت نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ لوگ شروع کراتے ہیں تو میں مانع (منع کرنے والا، روکنے والا) بھی نہیں ہوں۔ بہر حال اس جمعہ کو اذان ''فصیل مسجد'' پر (اعلیٰ حضرت کے فتوے کے مطابق خارج مسجد) ہوئی۔ اس کے بعد میں نے اور محمد میاں سلمہ نے گھر پر آکر جہاں تک اپنا علم وفہم تھا اس حد تک اس مسئلہ (خارج مسجد اذان خطبہ) کی تنقید کی۔ بالکل صحیح معلوم ہوا۔ اس کے بعد سے برابر ''مسجد خانقاہ برکاتیہ'' میں، سرکار کلاں وخورد میں (یعنی خانقاہ برکاتیہ کی دونوں ہی مسجدوں میں) اذان جمعہ (اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے مطابق) بیرون مسجد ہونے لگی۔

اس کے بعد وہابیان بریلی اور کانپور وغیرہ کے اور بعض ''رامپوریوں'' کے رسائل وغیرہ اس فتویٰ کے خلاف میں آئے مگر بالکل نا مضبوط باتوں سے بھرے ہوئے۔ اصلاً کوئی مضبوط استناد ان میں نہ تھا۔ ان کے دیکھنے سے زیادہ تر وثوق فتوائے اذان بیرون مسجد پر ہوا۔

بہر حال ہماری مسجد میں اذان باہر ہی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ عرس شریف ''اخی الاعظم، حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ'' (عرس نوری) کا وقت آیا اور اس میں بغرض شرکت مولانا عبد المقتدر صاحب معہ اپنے اعزہ ''مولوی عبد القدیر'' صاحب و ''مولوی عبد الماجد'' اور ''محبّ احمد'' صاحب اور ان کے صاحبزادے وغیرہ صاحبان، متوسلان مدرسہ عالیہ قادریہ (بدایوں) آئے اور مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی آئے۔ مولانا عبد المقتدر صاحب معہ اپنے بعض ہمرائیوں کے فقیر کے تکیہ پر مقیم ہوئے اور مولانا احمد رضا خاں صاحب مہدی حسن (حضرت مہدی میاں) کے مکان پر مقیم ہوئے۔

ایام قیام میں ایک روز مولوی محبّ احمد نے تذکرہ اس مسئلہ (اذان ثانی) کا چھیڑا۔ جناب مولانا (عبد المقتدر) صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔ میں نے فہم ناقص کے موافق جواب دیئے۔ برخوردار محمد میاں سلمہ (حضرت تاج العلماء) بھی آگیا۔ اس نے بھی جواب دیئے۔ ہمارے جواب لا جواب دیکھ کر مولوی محبّ احمد نے اپنی تقریر (باتوں) کا رخ بدل کر ایسے کلام کیے جس سے معلوم ہوا کہ وہ ہمیں کچھ بے جا ذاتی طرفدار مولوی احمد رضا خاں صاحب کا جانتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ خوب سمجھ لیں کہ مراسم محبت ومروت اور تعلیم اور تعلم وقدامت رشتہ توسل جو فقیر کو حضرات اکابر مدرسہ قادریہ (بدایوں) کے ساتھ ہے اس کا عشر عشیر مولوی احمد رضا خاں صاحب سے نہیں اور نہ ہوسکتا ہے۔ بلکہ معاملات دنیاوی میں تو مولوی احمد رضا خاں صاحب ہمارے اعزۂ مخالفین کے ساتھ ہیں۔ مگر یہ معاملہ (مسئلہ اذان ثانی) دینی ہے۔ اگر ہمارا جانی دشمن بھی دین کے امر میں حق پر ہوگا تو ہم کیا بلکہ سب سچے مسلمان اس کے ساتھ ہوں گے۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہاں اس وقت سب پڑھے لکھے ہوئے صاحبوں کا مجمع ہے۔ ہمیں اقوال مفسرین ومحدثین وفقہاء سے اس مسئلہ کو اپنا سا سمجھا دیجئے۔ ہم پھر مسجد کے اندر اذان دلوانے لگیں گے اور بہتر تو یہ ہے کہ اس وقت آپ دونوں طرف کے صاحب یہاں تشریف فرما ہیں اور اپنے آپ کو اس آستانہ کا خادم ومتوسل سمجھتے ہیں اور ہم سب آپ دونوں کو اپنے خاندان کا رکن رکین سمجھتے ہیں۔ دونوں طرف والے بالمواجہہ بیٹھ کر اس مسئلہ کو صاف کرلیں۔ مگر محبّ احمد صاحب اور ان کے صاحبزادہ وغیرہ نے اس میں طرح طرح کی گریزانہ گفتگو کر کے مولانا (عبد المقتدر) صاحب کو اس (مسئلہ اذان ثانی پر علمی بحث) پر نہ آنے دیا۔ میں نے مولانا (عبد المقتدر) صاحب سے کہا کہ آپ ان (امام احمد رضا) سے اگر بالمواجہہ کلام فرمانا نہیں چاہتے تو اپنا مسئلہ آپ ہم ہی کو سمجھا دیں، اس کے مستند

دلائل بتا دیں تو ہم جا کر مولانا احمد رضا خاں صاحب سے کہیں کہ اس کا کیا جواب ہے؟ اگر وہ جواب نہ دے سکیں تو ان سے (امام احمد رضا سے ہم) کہیں کہ آپ اپنی رائے کو واپس لینے کا اظہار کیجئے اور اگر وہ جواب مدلل دیں تو آپ سے عرض کریں، آپ مان لیں۔

اس پر بھی لوگوں (مولوی محبّ احمد اور ان کے صاحبزادے وغیرہم) نے مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کو نہ آنے دیا۔ مولانا (عبد المقتدر) صاحب نے فرمایا کہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا، تکدر بڑھے گا۔ میں نے کہا اس سے ضرور اس قدر فائدہ ہوگا کہ اگر وہ (امام احمد رضا) خواہ مخواہ آپ کے دلائل نہ مانیں گے تو لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ برسر خلاف انصاف ہیں اور کم از کم فائدہ یہ ہوگا کہ ہم لوگ تو مسئلہ کی حقانیت سمجھ جائیں گے۔ مگر مولانا (عبد المقتدر) صاحب نے کچھ توجہ نہ کی۔ اس مسئلہ کا ذکر ہی چھوڑ کر اور باتیں ہونے لگیں۔ اس کے بعد مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کئی روز یہاں تشریف رکھتے رہے مگر (اپنے اور امام احمد رضا کے مابین افہام و تفہیم کے ذریعہ) تصفیہ پر آمادہ نہ ہوئے۔

یہاں سے تشریف لے جانے پر چند روز کے بعد (اعلیٰ حضرت کے فتوی کے خلاف اذان ثانی داخل مسجد ہی دی جائے اس پر) ایک فتویٰ "مولوی ابراہیم" (مدرسہ قادریہ بدایوں) کی جانب سے شائع ہوا جس کی مصدقین میں مولانا (عبدالمقتدر) صاحب بھی تھے۔ اس میں (انتہاءً بالکل جھوٹ جسے آج تک اذان ثانی اندر، داخل مسجد، منبر کے قریب، امام کے سر پر دینے والے لوگ آج تک دلیل میں پیش کرتے ہیں اور جس کا ذکر ہم نے ماقبل میں کیا تھا) یہ لکھا تھا کہ:

"صاحبزادگان مارہرہ کے کہنے کے بموجب تحریر ہوا"۔

اس فتویٰ میں بھی دلائل مضبوط نہ تھے۔ وہ ہی تھے جو وہابیان بریلی وغیرہ مخالفین رامپور وغیرہ نے لکھے تھے اور جن کا ردّ اہل تحقیق نے بہت واضح اور لائح کر دیا تھا مگر اس (مولوی ابراہیم مدرسہ قادریہ بدایوں کے) فتویٰ کا جواب نہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لکھا اور نہ ہم لوگوں نے کچھ عرض کیا۔ (صرف فقیر راقم [محمد میاں مارہروی] نے ایک خط اس فتویٰ کے لکھنے والے مفتی صاحب کو لکھا تھا جس میں یہ امر ان کو دکھا دیا گیا تھا کہ ہم نے کس چیز کا اصرار کیا تھا اور اس کو آپ نے کس حد تک مانا؟ پھر خواہ مخواہ اس کی تحریر و اشاعت کا باعث ہمیں کیوں بتایا جاتا ہے۔ اس سے زائد اسی فتویٰ کا ردو جواب کچھ نہیں لکھا گیا تھا) کہ ہم نے جو عرض کیا تھا وہ کب مانا گیا۔ ہم نے فتویٰ تحریر کرنے کو کب کہا تھا؟ اور فتویٰ بھی ایسا کہ جو ہمارے مدرسہ عالیہ (قادریہ بدایوں) کی شان علمی کے بالکل لائق نہیں ہے۔

اس خاموشی پر لحاظ نہ کر کے پھر دوسرا اشتہار صاحبان مدرسہ (قادریہ بدایوں) نے لکھا۔ (مدرسہ قادریہ بدایوں والوں نے) تیسرا رد لکھوایا مگر ہم لوگوں کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوئی۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے تیسرے رد کے بعد ردو جواب ہوا جو مارہرہ میں حضرت بھائی صاحب (حضرت نوری میاں) قدس سرہ کے عرس ۳۳ھ (۱۳۳۳ھ) میں شائع ہوا۔ مولانا (عبد المقتدر) صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس عرس میں نہ تھے۔ ہم لوگوں نے اس سے کوئی حصہ نہیں لیا کہ دونوں صاحب جانیں اور سمجھیں۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب والے اس اشتہار کا جواب مولوی عبدالماجد (بدایونی) صاحب نے عرس ہی میں قلمی عبدالواحد (طالب علم مدرسہ شمس العلوم بدایوں) کے نام سے لکھا۔ جس کو (قاضی) غلام شبر صاحب (بدایونی صاحب کتاب تذکرۂ نوری) فقیر کے پاس لائے۔ میں نے اسے دیکھا اور غلام شبر صاحب سے کہا کہ اس میں جواب تو کسی مسئلہ کا ہے نہیں۔ صرف مولوی احمد رضا خاں صاحب کو "سب وشتم" (گالی گلوچ) ہے۔ میری رائے میں تو اس کو اس قدر جلد اور بے سوچے شائع کرنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ بجائے اس کے یہ ہونا چاہیئے کہ آپس میں جو ذاتی کچھ رنج ہو وہ صاف کر لیا

جائے اور مسئلہ کو بھی بلانفسانیت یکے بادیگر صاف کرلیں تو بہت اچھا ہے۔ غلام شبر صاحب نے بھی میری اس رائے کی پسندیدگی ظاہر کی اور کہا کہ اچھا ابھی شائع نہ ہوگا۔ میں نے یہ بھی کہا کہ اگر شائع بھی ہو تو اس میں یہ فقرہ (عبارت) نہ ہو کہ جس کا مفہوم اور محصل یہ ہے کہ:

''صاحبزادوں (شہزادگان خانقاہ برکاتیہ) میں سے جو اس مسئلہ پر ہیں کہ اذان مسجد سے باہر ہوں وہ فریب اور چکر میں ہیں۔''

کیونکہ جب یہ ہوگا تو ہمیں بھی ضرور لکھنا ہوگا کہ ہم ''فریب اور چکر'' میں نہیں بلکہ ہمیں تحقیقات علمائے سلف اور محققین مذہب کے اتباع سے یہ مسئلہ اسی طرح سے حق معلوم ہوتا ہے۔

غلام شبر صاحب وعدۂ عدم اشاعت کر کے چلے گئے مگر بعد کو معلوم ہوا کہ وہ اشتہار قلمی لکھوا کر شائع کر دیا گیا اور ایک بار درگاہ معلیٰ کے بڑے دروازۂ خانقاہ پر لگوا دیا گیا۔ اس اشتہار کو جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ جو چوٹ اپنے مخدوم زادوں (بزرگان وشہزادگان خانقاہ برکاتیہ) پر کی گئی تھی وہ بدستور ہے۔ عبدالماجد صاحب (بدایونی) تو ملے نہیں کیونکہ وہ بخلاف اپنے بزرگوں کے طریقے کے، ''صاحبان سرکار خورد'' سے مراسم بھی زیادہ رکھتے ہیں اور انہیں سے ان کو دلچسپی ہے مگر جو صاحب ملے ان سے کہا گیا کہ عبدالماجد صاحب نے بیکار ہم فقیروں کو بھی اپنے خلاف کچھ لکھنے پر مجبور کیا اور باوجود منع کرنے کے ہم پر چوٹ کی کہ جس سے عوام کی نظر میں ہمارا ''فریب اور چکر میں پھنسا ہونا'' ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ دلائل کہ جن سے ہم اس مسئلہ کو حق جانتے ہیں لکھ کر پیش کرنا پڑیں گے۔

یہ سبب محمد میاں (حضرت تاج العلماء) کے رسالہ (مبحث الاذان) لکھنے کا ہوا اور ہنوز محمد میاں سلمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ مکمل نہیں لکھ لیا تھا کہ بدایوں اپنے خسر کے طلبیدہ (بلاوے پر) گئے۔ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں بھی اس کا ذکر آیا۔ محمد میاں سلمہ نے بمواجہہ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب و مولوی عبدالقدیر صاحب ودیگر صاحبان مدرسہ کہا کہ:

''آپ سب صاحب اس مسئلہ کو مجھے سمجھا دیں، جو حق ہوگا بلا نفسانیت مان لوں گا''۔

مگر کسی صاحب نے کچھ مسکن جواب نہ دیا اور واقعی یہ ہے کہ یہ مسئلہ از روئے تحقیق (اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے عین مطابق) ہے بھی یہی کہ اذان خارج مسجد ہو۔ اگر حضرت تاج الفحول قدس سرہ اس وقت پردہ فرمائے ہوئے ہماری ظاہری نظروں سے نہ ہوتے تو اس مسئلہ کو اور زیادہ قوی دلیلوں سے ثابت فرما دیتے کہ اذان مسجد کے باہر ہی چاہیئے۔

محمد میاں سلمہ نے بعد واپسی بدایوں رسالہ کی تکمیل کی اور طبع کرا کر مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کی خدمت میں جو اپنی تحقیقات تھی بھیج دی۔ اس رسالہ کا نام ''مبحث الاذان'' ہے۔

اگر آپ کے پاس ہو تو اس کو دیکھئے کہ اول سے آخر تک جناب مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کی کہیں خدانخواستہ توہین یا اہانت ہے؟ بلکہ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب سے تو رد میں خطاب بھی نہیں۔ عبدالواحد (بدایونی) وغیرہ سے بکمال تہذیب ان کے استدلال کے ضعف اور اپنے دلائل کی قوت بیان کی ہے۔ یہ رسالہ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کی خدمت میں تین چار ماہ قبل از وصال پہنچایا گیا تھا۔ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب نے اس کو دیکھا مگر کسی طرح کا اپنا تکدر و ملال ہم پر ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کا انتقال ہوا جس کے بعد مولوی عبدالماجد (بدایونی) صاحب نے چند اور صاحبوں کی کوشش مجموعی کے ساتھ اس کا جواب تصنیف فرمایا جو ایک انہیں کے طالب علم عبدالواحد (بدایونی) کے نام سے چھپا اور اس میں کلمات خلاف تہذیب اور شان اپنے پیرزادوں کے تحریر فرمائے۔ ہمیں اس کا گلہ نہیں۔ ہاں ان کا یہ رسالہ اگر ان (مولوی عبدالماجد بدایونی) کے والد ماجد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لے کر ان کے جد الاجداد

حضرت مولانا مولوی عبدالحمید صاحب۔قدست اسرارہم۔دیکھتے اور حیات ظاہری میں دنیا میں تشریف فرما ہوتے تو عبدالماجد صاحب کو معلوم ہوتا کہ وہ حضرات مدرسہ (قادریہ بدایوں) کے لڑکوں کے نام سے اپنے پیرزادوں (خانقاہ برکاتیہ کے بزرگوں) کو ایسا سب و شتم (گالی گلوچ) کرنے سے راضی ہیں یا ناراض؟اور اب بھی جس کی چشم بینا ہے وہ رضا مندی اور ناراضی ان حضرات (بزرگوں) کی معلوم کرسکتا ہے۔

آپ ''مبحث الاذان''اور اس کا یہ(بدایونی) جواب ''مباحث الاذان'' دونوں دیکھئے اور اگر آپ کے پاس نہ ہوں تو مجھ سے منگوا کر دیکھئے۔تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ محمد میاں سلمہ نے صرف ایک فرعی مسئلہ میں دلائل اپنے مضبوط پا کر اس مسئلہ کو غیر مضبوط سمجھنے والوں اور اسے ''فریب و چکر میں پھنسا ہوا'' بنانے والوں کو نہایت تہذیب سے سمجھایا ہے۔''(مفاوضات طیبہ مکتوب نمبر ۱۹ ص ۱۵ تا ۲۳)

حضرت سیدنا شاہ ابو القاسم اسمٰعیل حسن علیہ الرحمہ کا یہ مکتوب نمبر ۱۹/ مفاوضات طیبہ (مرتب کردہ حضرت تاج العلماء) کے صفحہ ۱۵/ سے صفحہ ۲۸/ تک ہے۔اس کے بعد مرتب موصوف حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ کا یہ تبصرہ ہے:

''یہ تینوں صحائف شرائف نمبر ۱۷ و ۱۸ و ۱۹/ اس زمانے کے ہیں جب کہ بعض اہل بدایوں نے بسلسلۂ ''مسئلہ اذان خطبہ بیرون مسجد'' حضرت امام اہل سنت مولوی احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ پر ایک استغاثہ دائر کر رکھا تھا۔ان سے حمایت سنن اور علمائے کرام اہل سنت بالخصوص حضرت فاضل بریلوی دامت برکاتہم کے ساتھ ہمارے حضرت (صاحب عرس قاسمی) قدس سرہ کے قلب مبارک میں احترام و محبت کے جو خالص ایمانی جذبات تھے ان کا اظہار ہوتا ہے۔نیز (مکتوب نمبر) ۱۸/ (جو اعلیٰ حضرت کو دلاسے کے طور پر ارسال فرمایا تھا) حضرت (صاحب عرس قاسمی) کی اس پیش گوئی پر بھی مشتمل ہے کہ بدایونی استغاثہ ناکام رہے گا۔جو بعد کو واقعہ کے لحاظ سے بالکل سچی بفضلہ تعالیٰ ثابت ہوئی۔(مفاوضات طیبہ ص ۲۸)

حضرت سیدنا شاہ ابو القاسم اسمٰعیل حسن (صاحب عرس قاسمی) علیہ الرحمہ کو ''مدرسہ قادریہ'' بدایوں کے ارباب کی طرف سے چھاپی جانے والی تحریروں سے کس قدر ذہنی و قلبی اور جسمانی و روحانی تکلیف پہنچی تھی اس کا اندازہ آپ کے اس مکتوب سے بھی لگایا جاسکتا ہے جو آپ نے مؤرخہ ۱۲/ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ کو حضرت مولانا عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد تعزیت کے لیے ان کے جانشین مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی کے نام لکھ کر مؤرخہ ۱۳/ صفر ۱۳۳۴ھ کو بدایوں روانہ فرمایا۔تعزیتی کلمات لکھنے اور مدرسہ قادریہ کے ارباب کی سخت کلامی کا شکوہ کرتے ہوئے ایک جگہ یوں تحریر فرمایا:

''چونکہ یہ رسالہ (حضرت تاج العلماء کے مرتب کردہ رسالہ ''مبحث الاذان'' کے جواب میں لکھا جانے والا ''مباحث الاذان'' نامی بدایونی رسالہ) مجھے اور میرے نام بھیجا گیا اور خط بھی میرے نام تھا۔لہٰذا مجھ کو یہ گزارش کرنا ضروری ہے کہ میں نے اس رسالہ کو دیکھا۔تین باتیں میرے ذہن میں آئیں: اول محمد میاں سلمہ کو سخت زبانی سے یاد کرنا۔دوسرے مولوی احمد رضا خاں صاحب پر غصہ۔تیسرے وہی چند دلائل جو بکرات و مرات موافقین مسئلہ نے رد کر دیئے ہیں۔۔۔۔۔۔رہا محمد میاں سلمہ کو برا بھلا لکھنا وہ اگر فی الواقع یہ رسالہ مصنفہ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہے تو استاد کو شاگرد کو جا و بیجا کہنے کا اختیار ہے۔اس کا کچھ جواب کوئی نہیں دے سکتا اور اگر مصنفہ کسی دوسرے صاحب کا ہے تو ہمارے اکابر سلف نے تبلیغ دین متین میں منبروں پر صدہا سال بالمواجہہ سب و شتم (اموی خلافت میں منبروں پر حضرت علی اور اہل بیت پر جو سب و شتم ہوتا تھا وہ مراد ہے) سنا ہے اور چونکہ دین حق کی تائید میں تھا لہٰذا بہت خوش ہو کر صبر کیا ہے۔''(مفاوضات طیبہ ص ۱۲ مکتوب نمبر ۱۲)

جبل پور، احمد آباد اور بھیونڈی فساد متاثرین کی آبادکاری میں سید العلماء کا کردار

از۔قاری محمد علیم رضا برکاتی، مسجد حسنین، امام احمد رضا ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ پری ٹوریا ساؤتھ افریقہ

جبل پور فساد کا پس منظر: آزادی ہند سے پہلے اور آزادی ہند کے بعد ہندوستانی مسلمانوں نے بہت سارے فسادات کا سامنا کیا ہے۔ ہندوستان آزاد ہونے کے بعد جب تقسیم ہند کے نتیجے میں مسلمان پاکستان اور پاکستان سے غیر مسلم ہندوستان آرہے تھے تو اس وقت جو فسادات ہوئے اس میں مسلمانوں کا بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔حقیقت یہ ہے کہ چاہے انگریزوں کا زمانہ ہو یا تقسیم ہند کا یا آزادی ہند کے بعد کا، مسلمانوں کا اس سرزمین ہند پر اتنا خون بہا ہے کہ جس کی داستان سنانا بہت مشکل کام ہے۔اس سرزمین کے چپے چپے میں مسلمانوں کا خون پیوست ہے۔

بہرحال تقسیم ہند کے بعد سب سے پہلا فساد ۱۹۶۱ء میں جبل پور کے اندر ہوا۔جس میں مسلمانوں کا خوب قتل عام ہوا۔اس وقت ملک کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو اور مدھیہ پردیش کے وزیر اعلیٰ ''مسٹر کیلاش ناتھ کاٹجو'' تھے جو یہاں کے وزیر اعلیٰ ہونے کے ساتھ الہ آباد ہائی کورٹ کے ممتاز وکیل اور وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کے انتہائی قریبی دوست تھے۔وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کے دربار میں، کانگریسی مسلم لیڈر مسلمانوں کے ساتھ جب فریاد اور شکایت لے کر پہنچے اور انہوں نے بتایا کہ جبل پور کی سرزمین کو شر پسند ہندوؤں نے مسلمانوں کا قتل عام کر کے مسلمانوں کے خون سے کس طرح لالہ زار کیا ہے، کس طرح مسلم خواتین کی آبرو ریزی کی گئی ہے، کس طرح ان کی دوکانوں اور ان کے مکانوں کو لوٹ کر آگ کے حوالہ کیا گیا ہے۔اس پوری تباہی کی داستان سنانے کے ساتھ ان لوگوں نے صوبائی پولیس کی فسادیوں کے ساتھ شمولیت اور فسادیوں سے کوئی باز پرس نہ کرنے کی بھی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ یہ رویہ نہایت دردناک بھی ہے اور خوفناک بھی۔ یہ سب سن کر پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی پارٹی کے مسلم لیڈروں اور وفد میں شامل دیگر مسلمانوں کی باتوں پر کوئی بھروسہ نہ کرتے ہوئے اور پورے فساد کا ذمہ دار مسلمانوں کو قرار دیتے ہوئے یہ جواب دیا کہ:
''میں نے وزیر اعلیٰ کیلاش ناتھ کاٹجو سے بات کی تھی، ان کا کہنا ہے کہ ابتداء مسلمانوں کی طرف سے ہوئی ہے۔''

اس فساد کا پس منظر اور سبب یہ ہوا کہ مؤرخہ ۳؍فروری ۱۹۶۱ء کو ۲۱؍سالہ ''اوشا بھارگو'' نامی ایک دوشیزہ نے جبل پور میں واقع اپنے ہی گھر میں خود کو جلا کر خودکشی کر لی۔اس وقت اس کے والدین الہ آباد میں تھے۔رات ساڑھے آٹھ بجے جبل پور کے ''وکٹوریہ اسپتال'' میں اس کی موت ہوگئی۔

اس واقعہ کو غلط رنگ دے کر کچھ اخبارات نے اس طرح کی رپورٹنگ کی کہ جس میں اس خودکشی کا ذمہ دار دو مسلم لڑکوں کو بنایا گیا اور اس سلسلہ میں خاص طور پر اخبارات نے پورے مسلم سماج کو اس کا ذمہ دار قرار دیا۔اس کے ساتھ ہی انہوں نے ہندوؤں کے جذبات کو مشتعل کرتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ ''مقصود اور لطیف'' نامی دو مسلم لڑکوں نے اس لڑکی کی اس کے گھر واقع محلّہ ''لارڈ گنج''، جبل پور کے اندر ہی اس کی آبروریزی کی تھی۔ جب کہ یہ علاقہ بھیڑ بھاڑ بھرا ہے اور کسی نے بھی موقعہ واردات پر ان لڑکوں کو آتے جاتے نہیں دیکھا تھا۔ان میں سے ایک لڑکا تو بیڑی فیکٹری کے مالک انور خاں نامی ایک سرمایہ دار کے گھرانہ سے متعلق تھا۔اخبارات نے یہ بھی

دعویٰ کیا کہ لڑکی آگ میں جھلسنے کے بعد رات ساڑھے آٹھ بجے موت کے منہ میں جانے سے پہلے کئی گھنٹے ہوش میں زندہ رہی اور مرنے سے پہلے اس نے یہ بیان دیا تھا۔اس تعلق سے کورٹ میں ''بلٹز'' نامی ایک اخبار کے خلاف جو مقدمہ دائر ہوا تھا اس کی تفتیش و تحقیق میں یہ باتیں سامنے آئی تھیں کہ یہ سب اخبارات کا پروپیگنڈہ تھا اور اوشا بھارگو نامی لڑکی کی خودکشی کا سبب نہ تو مسلم لڑکوں کے ذریعہ کی گئی آبروریزی تھی اور نہ ہی آبروریزی کا کوئی واقعہ ہوا تھا۔یہ میڈیا اور پولیس کی من گڑھت کہانی ہے۔

جبل پور فساد متاثرین کی آبادکاری: بہرحال اس فساد میں جبل پور کے مسلمانوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا تھا۔اس موقعہ پر'' آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کے بینر تلے جبل پور فساد متاثرین کی ریلیف بھیج کر بے مثال معاونت کرنے کے ساتھ فساد متاثرین کی آبادکاری میں حضرت سید العلماء نے بے مثال کلیدی کردار ادا کیا۔امداد و تعاون کے ساتھ حکومتی سطح پر بھی حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ نے نہایت ہی مؤثر اقدامات کیے، مقامی حکام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کے ساتھ انہوں نے وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ کے نام سخت سرزنش بھرے خطوط بھی روانہ کیے۔

دیگر فساد متاثرین کی امداد: جبل پور فساد کے بعد ۱۹۶۳ء میں جمشید پور، راوڑ کیلا اور کلکتہ میں جبل پور کے مقابلہ میں دس گنا بڑے فساد ہوئے۔پھر ۱۹۶۹ء میں احمد آباد کے اندر بڑے پیانے پر ہندو مسلم فساد ہوا۔احمد آباد فساد کے بعد مؤرخہ ۷/مئی ۱۹۷۰ء کو بھیونڈی، جلگاؤں اور ''مہاڑ'' میں ایک بڑا ہندو مسلم فساد ہوا جس میں بڑے پیانے پر مسلمانوں کی دوکانوں ،فیکٹریوں ، مارکیٹوں ، گھروں اور محلوں کو آگ کے حوالہ کر دیا گیا۔۲۵۰ سے زائد مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔اس فساد کی وجہ یہ ہوئی کہ آر ایس ایس، جن سنگھ اور شوسینا جیسی متعصب ہندو جماعتیں ایک جلوس نکال رہی تھیں اور اس جلوس کے راستے میں پڑنے والے مسلم علاقوں میں اشتعال انگریز نعرے لگا رہی تھیں۔مسلمانوں کے اعتراض کرنے پر ان لوگوں نے مار پیٹ شروع کر دی۔یہ لوگ لاٹھیوں اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر جلوس میں آئے تھے۔اس تصادم کو روکنے کے لیے پولیس نے جو گولیاں چلائیں وہ بھی مسلمانوں کے اوپر۔تصادم جب حد سے بڑھا تو پولیس نے ان سارے علاقوں میں کرفیو لگا دیا۔مسلمانوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔

حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ بے چین اور مضطرب ہو گئے۔انہوں نے فوری طور پر'' آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کا ایک اجلاس بلایا اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ فساد زدہ علاقوں کا دورہ کیا جائے اور سنی جمعیۃ العلماء کی جانب سے امدادی سامان راحت ان خطوں میں بھیجا جائے،وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ سے بات کی جائے۔چنانچہ ان تجاویز کے پاس ہو جانے کے بعد کافی دنوں تک آپ فساد زدہ مسلمانوں کی امداد کے لیے تگ ودَو کرتے رہے۔اس سلسلہ میں آپ نے مسلم نوجوانوں کی ایک متحرک و فعال کمیٹی بھی تشکیل دی جس کا نام آپ نے ''مجلس انسداد فسادات'' رکھا تھا۔اس سلسلہ میں سید دلشاد حسین قادری برکاتی لکھتے ہیں: ''حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے بمبئی کے قیام کے دوران ملک کے مختلف مقامات پر فرقہ وارانہ فسادات نے غریب مسلمانوں پر تباہی کے پہاڑ ڈھا دیئے، جن میں بھیونڈی، احمد آباد، جبل پور کے فسادات بڑے بھیانک تھے۔وہاں کے تباہ شدہ مسلمانوں کی امداد کے لیے بمبئی میں ریلیف کمیٹیاں قائم کرنا اور ان مقامات پر امدادی رقوم اور رسد پہنچانا بہت دشوار مرحلے تھے۔مگر حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ بے خوف وخطر ان مقامات کا دورہ فرماتے اور وہاں کے مصیبت زدہ لوگوں کی دلجوئی فرماتے اور مقامی حکام سے ان کی آبادکاری کے لیے ان پر اپنے تاثرات پیش فرماتے۔بھیونڈی کے خطرناک فساد کے دوران اس وقت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی سے حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کا انٹرویو آپ کی بلند ہمت اور بے مثال صلاحیت کی مثال ہے۔''

(سید العلماء نمبر ص ۴۳۹)

''میرے پیروں پر ہمالیہ پہاڑ آ رہا ہے''

حضور سید العلماء اور حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کچھ یادوں اور کچھ باتوں پر روشنی ڈالتی ایک مشاہداتی تحریر

از۔ اسیر مفتی اعظم ہند، الحاج محمد سعید نوری، رضا اکیڈمی ممبئی

دونوں حضرات کے لقب سے ہی ان کی عظمت و بزرگی ظاہر، دونوں حضرات ایک دوسرے سے کتنی محبت کرتے تھے، ایک دوسرے کا کتنا ادب و احترام کرتے تھے، اس کی چند جھلکیاں بچشم محبت دیکھیں اور داد و تحسین سے نوازیں۔

☆ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کس قدر حضور سید العلماء علیہ الرحمہ سے محبت فرماتے تھے۔ حضور سید العلماء سید آل مصطفیٰ سید میاں رحمۃ اللہ علیہ کھڑک کی مسجد میں نماز پڑھایا کرتے تھے جس کو آج کل ''آل مصطفیٰ کی مسجد'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس مسجد کے بالائی حصہ میں ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کی میٹنگ تھی۔ حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں پہلے پہنچ گئے۔ ایک دو منٹ کے بعد حضور سید العلماء علیہ الرحمہ بھی تشریف لے آئے۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے جیسے ہی حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کو دیکھا تیزی سے سید میاں کی جانب بڑھے اور سید میاں نے بھی اپنے قدم تیزی کے ساتھ حضرت کی جانب بڑھائے۔ حضور مفتی اعظم نے سید میاں کی دست بوسی کی۔ سید میاں نے حضرت کی دست بوسی کی۔ اس کے بعد حضور مفتی اعظم سید میاں کی قدم بوسی کے لئے جھکے تو سید میاں نے حضرت کی بغلوں میں دونوں ہاتھ ڈال دیئے اور قدم بوسی کرنے نہیں دی۔ اپنے ہاتھوں سے روکتے ہوئے فرمایا:

'' حضور! جب آپ میرے پیروں پر جھکتے ہیں تو مجھے لگتا ہے کہ میرے پیروں پر ہمالیہ پہاڑ آ رہا ہے''۔

☆ حضور مفتی اعظم کے خادم خاص ''ناصر میاں صاحب رضوی بریلوی'' مرحوم کا بیان ہے کہ میں حضور مفتی اعظم کے ساتھ سید میاں سے ملاقات کے لئے ان کی مسجد کے حجرہ میں گیا تھا۔ دونوں بزرگوں میں گفتگو ہو رہی تھی۔ میں چار زانوں بیٹھا ہوا تھا۔ حضور مفتی اعظم نے مجھے دیکھا اور فرمایا کہ حضرت کے سامنے ایسے بیٹھتے ہیں؟ میں فوراً دوزانوں ہو کر بیٹھ گیا۔

☆ ناصر میاں صاحب یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب میں ''دارالعلوم مظہر اسلام'' بریلی شریف کے کام کے لئے ممبئی جایا کرتا تھا تو عید ملنے حضرت سید میاں کے حجرہ میں جایا کرتا تھا۔ حضرت مجھے ۲/روپے عیدی دیا کرتے تھے اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔

☆ اسی طرح ناصر میاں یہ بھی بیان کیا کرتے تھے کہ ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کے دفتر مدنپورہ، ممبئی میں میٹنگ تھی۔ اس میٹنگ میں حضور سید العلماء علیہ الرحمہ کے تعلق سے یہ کہا گیا کہ سید میاں کی خدمت میں ہم کئی بار گئے اور قومی، ملی مسائل پر کچھ اقدام کرنے کو کہا مگر سید میاں نے کچھ نہیں کیا۔ جب کہ حضور سید العلماء نے اپنے خون سے سنی جمعیۃ العلماء کو سینچا تھا اور ہر قومی ملی مسئلہ کے حل اور سنیت کے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش فرماتے تھے اور یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ سید میاں کے زمانے میں سنی جمعیۃ العلماء کا ''گولڈن پیریڈ'' تھا۔ حضرت پورے ملک کا دورہ فرمایا کرتے تھے اور اس کی شاخ قائم فرماتے تھے۔ اسی لئے آج بھی جو سنی جمعیۃ العلماء کی شاخیں ملک بھر میں جہاں بھی قائم ہیں وہ حضور سید العلماء کے ہی زمانے کی شاخیں ہیں۔ حضرت کے بعد شاید ہی کہیں اس کی شاخ قائم ہوئی ہو۔ اس کے باوجود کچھ لوگ اس طرح کی گفتگو

کرتے تھے جس سے حضور سید العلماء کو بڑی تکلیف ہوئی اور حضرت نے سنی جمعیۃ العلماء کی صدارت سے استعفیٰ دے دینے کی بات کہی۔ حضور مفتی اعظم ہند نے ان لوگوں کو ڈانٹا اور حضور سید العلماء کے قدموں پر اپنا عمامہ رکھ کر فرمایا: میں ان سب کی طرف سے آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ جیسے ہی حضرت نے اپنا عمامہ حضور سید العلماء کے قدموں پر رکھا، سید میاں رونے لگے۔ حضور مفتی اعظم کے اس عمل سے تمام باتیں ختم ہو گئیں۔ اس کے بعد تا حیات حضور سید العلماء سنی جمعیۃ العلماء کے صدر رہے۔

☆ پہلے ممبئی میں مذبح باندرہ میں تھا مگر ۱۹۷۱ء میں باندرہ سے ''دیونار'' منتقل کر دیا گیا اور چھوٹے جانوروں کو ذبح کرنے سے پہلے ان کی کنپٹی پر لوہے کی دو سلاخیں لگا کر کرنٹ دیا جاتا تھا جس سے جانور پر غشی جیسی کیفیت ہو جاتی تھی۔ حضور سید العلماء سے اس کے تعلق سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے مگر جانور اس سے حرام نہیں ہوگا۔ اس پر ممبئی کے ایک مسجد کے امام صاحب نے کچھ غیر ضروری تبصرہ کیا، اس کی خبر حضور سید العلماء کو ہو گئی۔ حضور سید العلماء حضور مفتی اعظم سے ملنے مرحوم عبد الرشید باوزیر (جو حضو مفتی اعظم کے مرید تھے) کے گھر تشریف لے گئے۔ واپسی پر اتفاق سے وہ صاحب وہاں پر موجود تھے۔ میرا بچپنا تھا میں بھی وہیں موجود تھا۔ مکان سے نکلتے ہوئے حضرت کی نظر جب ان صاحب پر پڑی تو حضرت نے ان کا نام لیتے ہوئے فرمایا:

''بیٹے ہم غیر کے پتھر برداشت کر سکتے ہیں مگر اپنوں کے پھول نہیں''۔

وہ بہت زیادہ شرمندہ ہوئے اور حضرت سے معافی چاہی۔ جب حضور مفتی اعظم ممبئی تشریف لائے تو حضرت سے یہی سوال کیا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ جانور پر ظلم ہے۔ ایسا نہ کیا جائے لوگوں نے کہا حکومت کی جانب سے یہ کیا جا رہا ہے جس کو روکنا مشکل ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جانور حرام نہیں ہوگا۔

☆ ۱۹۷۵ء کی بات ہے میں رمضان شریف کے مہینے میں بریلی شریف گیا ہوا تھا۔ اس وقت حضور مفتی اعظم پر کچھ کیفیت تھی۔ آپ سے جب ملاقات ہوئی تو فرمایا: سید میاں کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا: حضرت کا تو وصال ہو گیا ہے۔ یہ سنا تو حضرت پر جیسے کوئی بجلی گر گئی۔ کئی بار اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ بہت دیر تک دعا فرماتے رہے۔ حضرت کے چہرے پر افسوس اور غم کے آثار بہت دیر تک رہے۔ میری آواز پردے کے پیچھے جا رہی تھی۔ گھر کے اندر سے کسی نے حضرت کے خادم بابو بھائی سے کہا کہ سعید نوری سے کہو کہ حضرت کو کسی کے انتقال کی خبر نہ دیں۔ پھر بابو بھائی نے بھی مجھ سے یہ بات دہرائی۔

☆ ایک دیوبندی مقرر ''پالن حقانی'' کے نام سے مشہور تھا۔ گجرات کے ''پالن پور'' کا رہنے والا تھا۔ اس نے ایک کتاب لکھی تھی ''شریعت یا جہالت'' یہ اپنی تقریروں میں بڑی گستاخیاں کیا کرتا تھا۔ اس کے کئی روزہ پروگرام مدنپورہ گوشت بازار ممبئی میں ہونا طے ہوئے۔ پولیس نے پرمیشن بھی دے دی تھی۔ اعلان بھی ہو گیا تھا۔ ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کی جانب سے اس کی مخالفت کی گئی۔ پولیس کو لیٹر بھی دیا گیا کہ اس کی تقریر سے ''نقض امن'' کا خطرہ ہے۔ سنی جمعیۃ العلماء کی آواز پر ہزاروں سنی مسلمان اس تاریخ کو احتجاج کے لئے مدنپورہ پہنچ گئے۔ حضور سید العلماء ممبئی کے باہر تھے آپ ریلوے اسٹیشن سے سیدھے مدنپورہ پہنچے اور پالن حقانی کو للکارتے ہوئے فرمایا کہ:

''شہر میں کسی جگہ حقانی کا وعظ نہیں ہونے دیا جائے گا''۔

میں اپنے تایا مرحوم خلیل احمد رضوی کے ساتھ اس احتجاج میں شریک تھا اور اپنے کانوں سے حضور سید العلماء کی تقریر سنی تھی۔ حضور سید العلماء کے اس چیلنج کے بعد ممبئی پولیس نے مدنپورہ میں کبھی بھی اس کی تقریر کی اجازت نہیں دی۔

☆ ہر سال جلوس غوثیہ میں حضور سید العلماء، حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدعو کیا کرتے تھے۔ جلوس غوثیہ میں دو گھوڑوں کی بگھی ہوا کرتی تھی۔ حضور مفتی اعظم اس بگھی (گھوڑا گاڑی) میں پہلے حضور سید العلماء کو بیٹھاتے تھے اس کے بعد آپ تشریف فرما ہوتے تھے۔ ایک بار حضور مفتی اعظم کے ساتھ مسجد کھڑک میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے جانا ہوا۔ اذان ثانی ہورہی تھی، حضرت مسجد میں داخل ہوئے۔ حضور سید العلماء منبر پر تشریف فرما تھے۔ حضرت وہیں حوض کے پاس بیٹھ گئے۔ نماز ختم ہونے کے بعد اذان ثانی کے سلسلہ میں حضرت نے چند منٹ تقریر بھی فرمائی تھی۔

☆ ماہ محرم الحرام میں ہر سال حضور سید العلماء چمنا بوچرا اسٹریٹ، گوشت بازار میں تقریر فرمایا کرتے تھے۔ بے مثال مجمع ہوا کرتا تھا۔ شہادت کا بیان سننے کے لئے پوری ممبئی سے لوگ پہنچتے تھے۔ حضرت ایک دو روز پہلے اپنے بیان کا اعلان بھی فرما دیا کرتے تھے کہ ''آل مصطفیٰ کی کہانی آل مصطفیٰ کی زبانی''۔ سننے کے لئے شب عاشورہ کو آپ حضرات تشریف لائیں۔

☆ ایک سال حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ کو تیلی محلّہ ممبئی کے لوگوں نے مدعو کیا۔ علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے خطیب تھے۔ ہندوستان کی کوئی بڑی کانفرنس یا بڑا جلسہ لوگ ان کے بغیر نہیں کیا کرتے تھے۔ ہمارے والد اور ان کے دوستوں میں بڑی بے چینی پیدا ہوئی کہ سید میاں کے قریب نظامی صاحب نے محرم کا بیان کیا تو سید میاں کے مجمع میں بڑا فرق پڑے گا، مجمع کم ہوجائے گا۔ مگر محرم کی پہلی تاریخ سے آخر تک حضرت کا مجمع ہر سال کی طرح اس سال بھی رہا۔ عوام کا کہنا تھا کہ اتنے بڑے خطیب حضرت پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب اور سید میاں کے اسٹیج کے درمیان اتنا کم فاصلہ ہونے کے باوجود سید العلماء کے مجمع پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ کسی نے نظامی صاحب سے کہا کہ حضور سید العلماء کی تقریر میں بھی ویسے ہی مجمع ہے جیسے ہر سال رہتا تھا تو نظامی صاحب نے فرمایا کہ وہ سید العلماء ہیں، ہمارے سر کے تاج ہیں، اہل سنت کی آبرو ہیں، ان پر کیا فرق پڑے گا۔ اس طرح کسی اور جلسہ میں خطیب مشرق پاسبان ملت کی تقریر کے بعد حضور سید العلماء نے تقریر فرمائی تھی اس وقت بھی نظامی صاحب نے فرمایا تھا کہ واقعی سید العلماء، سید العلماء ہیں۔

☆ مولانا منصور علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر بیان فرماتے تھے کہ جب مسجد اقصیٰ میں یہودیوں نے آگ لگادی تھی تو یہ آگ تقریباً ۳/گھنٹے سے زیادہ تک جلتی رہی۔ مسجد اقصیٰ کا وہ منبر بھی آگ کی زد میں آکے جل گیا جس کو حضرت صلاح الدین ایوبی نے لگایا تھا۔ اس حادثہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور نام نہاد اسرائیلی حکومت کے خلاف احتجاجات شروع ہوگئے تھے۔ ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کی جانب سے بھی حضور سید العلماء نے احتجاجی جلوس کا اعلان فرمایا تھا اس جلوس میں شرکت کے لئے ممبئی کے کئی سیاسی افراد کھڑک مسجد ممبئی کے حجرہ میں حضرت سے ملاقات کے لئے آئے اور کہا ہم چاہتے ہیں کہ ایک ایسا جلوس نکالا جائے جس میں تمام مکاتب فکر کے لوگ شریک ہوں۔ حضرت نے انکار کیا۔ مشترکہ جلوس کے لئے جب یہ سیاسی افراد حضرت سے بہت اصرار کرنے لگے تو حضرت جلال میں آ گئے اور فرمایا کہ:

'' میں سنی ہوں۔ سنیوں کا قائد ہوں اور سنیوں کی ہی قیادت کروں گا۔ کوئی غیر سنی ہمارے جلوس میں شرکت نہ کرے''۔

پھر ان لوگوں کو اپنے حجرہ سے جانے کو فرمایا۔ لوگوں نے مشترکہ جلوس بھی نکالا مگر واہ رے سید العلماء کی استقامت کہ انہوں نے کسی بھی وقت غیر سنیوں سے اتحاد نہیں کیا اور نہ ان کے ساتھ مل کر کام کرنا پسند فرمایا یہ تھی حضور سید العلماء کی استقامت۔ آپ نے اہل سنت کا علیٰحدہ جلوس نکالا اور وہ جلوس بہت کامیاب ہوا تھا اور اس کے اختتام پر حضرت نے بہت ہی پرجوش تقریر بھی کی تھی۔

سید العلماء کے احوال وکوائف ایک نظر میں

از۔ مرزا توحید بیگ رضوی، میران پور کٹرہ ضلع شاہجہاں پور

نام ونسب: سید آل مصطفیٰ اولادحیدر بن حضرت سید آل عبابشیر حیدر قادری مارہروی بن حضرت سید شاہ حسین حیدر بن حضرت سید شاہ محمد حیدر، بن حضرت سید دلدار حیدر۔آپ کا سلسلہ نسب والد اور والدہ دونوں کی طرف سے ۲۳رواسطوں کے ساتھ فاتح بالگرام حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمۃ والرضوان سے مل جاتا ہے۔اصل میں معاملہ یہ ہے کہ حضرت میر سید محمد صغریٰ فاتح بلگرام علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایک شہزادے حضرت سید عمر قدس سرہ کی نسل میں مارہرہ مطہرہ کے سادات کرام آتے ہیں جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیر خانہ ہے اور حضرت سید محمد صغریٰ فاتح بلگرام علیہ الرحمہ کے دوسرے شہزادے حضرت سید سالار بلگرامی علیہ الرحمہ کی نسل سے حضرت سید العلماء اور حضرت احسن العلماء نیز موجودہ سجادہ نشین حضرت امین ملت اور حضرت رفیق ملت وغیرہم کے اجداد کرام آتے ہیں۔

القاب وخطابات: سید میاں، سید العلماء، حافظ میاں، سند الحکماء، شارح مسلک اعلیٰ حضرت، عاشق اعلیٰ حضرت، قائد اہل سنت۔

ولادت: ۲۵ر رجب ۱۳۳۳ھ/ ۹ر جون ۱۹۱۵ء بروز بدھ/ **وفات:** ۱۱ر جمادی الآخرہ ۱۳۹۴ھ/ یکم جولائی ۱۹۷۴ء بروز پیر بعمر ۶۰ رسال۔

تعلیم وتربیت: تقریباً ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء میں حفظ قرآن کریم مکمل کیا پھر ابتدائی عربی وفارسی اور اردو کی تعلیم خانقاہ کے مدرسہ، اپنے نانا جان حضرت صاحب عرس قاسمی اور اپنے ماموں جان حضرت تاج العلماء سے حاصل کی۔ درس نظامی کی مکمل تعلیم خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مصنف بہار شریعت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے پاس ''جامعہ معینیہ'' اجمیر مقدس میں رہ کر حاصل کی۔ علم طب اور فن جراحی کی تعلیم ''حکیم اجمل خاں طبیہ کالج'' علیگڑھ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں رہ کر شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی سے حاصل کی۔

بیعت وخلافت اور سجادگی: نانا جان صاحب عرس قاسمی حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمہ سے ۱۹۲۸ء میں بیعت ہوئے، ماموں جان حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ نے جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت سے نوازا۔اس کے علاوہ آپ کو اپنے خالو جان اور حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچازاد بھائی حضرت سیدنا شاہ مہدی حسن علیہ الرحمہ سے بھی سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ کی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ نیز آپ کو حضرت ستھرے میاں صاحب کے پرپوتے، آپ کے سگے خالو جان اور رضاعی والد حضرت سید ارتضا حسین پیر میاں قادری قدس سرہ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔آپ ان کے وارث، جانشین اور وصی (موصی لہ) بھی ہوئے اور ان کے بعد وصال ان ہی کی گدی پر جلوہ افروز ہوئے۔ مارہرہ شریف میں حضرت ستھرے میاں کے زمانہ سے تین گدیاں ہوئیں۔ جو ستھرے میاں صاحب کے تین شہزادوں: اعلیٰ حضرت کے پیرو مرشد حضرت سیدنا شاہ آل رسول، حضرت سید غلام محی الدین امیر عالم اور سید شاہ اولاد رسول میں بحق مساوی تقسیم ہوئیں۔ اعلیٰ حضرت کے پیرومرشد حضرت سید شاہ آل رسول والی پہلی گدی حضرت نوری میاں سے ہوتی حضرت مہدی میاں پھر کچھ واسطوں سے حضرت یحیٰ میاں تک پہنچی جس پر آج رفیق ملت حضرت سید نجیب میاں صاحب جلوہ افروز ہیں۔ دوسری گدی حضرت غلام محی الدین امیر عالم صاحب والی سید شاہ نور احمد اور سید شاہ ارتضا حسین سے ہوتے حضرت سید العلماء تک پہنچی۔ تیسری گدی سید شاہ اولاد رسول والی سید شاہ محمد صادق، صاحب عرس قاسمی اور حضرت تاج العلماء سے ہوتے حضرت احسن العلماء تک پہنچی جس پر آج حضرت امین ملت جلوہ افروز ہیں۔

خدمات: اولاً کئی سال تک مطب کیا۔ ۱۹۴۹ء میں ممبئی کے سنیوں کی خواہش واصرار پر ''کھڑک'' کی مسجد جواب ''آل مصطفیٰ کی مسجد'' کہلاتی ہے، اس کے منصب امامت وخطابت کو قبول کیا۔ ۱۹۵۸ء میں سرکار مفتی اعظم ہند کے مشورے سے سبھی سرخیل علمائے اہل سنت نے آپ کو ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کا صدر منتخب کیا۔

مہارت وصلاحیت: آپ عالم، فاضل ماہر حکیم، بے مثال خطیب، بے نظیر قائد، مخلص محافظ مسلک اعلیٰ حضرت، مفسر، محدث، مفتی، شاعر، مدبر، مصنف، نثر نگار، ادیب، مناظر، ترجمان اہل سنت اور شارح مسلک اعلیٰ حضرت تھے۔

قلمی خدمات: ''اہل سنت کی آواز'' مارہرہ مقدسہ رسالہ کے مدیر اعلیٰ ہونے کے ساتھ ''نئی روشنی''، ''مقدس خاتون'' رسالہ ''فیض تنبیہ''، دیوبندی مولوی محمد یونس بکھیروی سے ''تحریری مناظرہ''، خطبۂ صدارت، آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس ۱۹۵۸ء، خطبہ صدارت آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس کانپور نومبر ۱۹۶۳ء۔

خلیفہ وجانشین: صاحبزادۂ گرامی حضرت سیدنا شاہ آل رسول حسنین نظمی میاں عرف سید ملت مارہروی علیہ الرحمہ۔

مزار مبارک: خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ میں گنبد برکاتیہ کے پیچھے مغربی سمت میں ہے جہاں حضرت تاج العلماء، حضرت صاحب عرس قاسمی اور حضرت احسن العلماء کے مزارات ہیں۔

Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P BR-175/2021-23
PUBLISHING DATE : 14th
POSTING DATE : 18th] EVRY ADVANCE MONTH
PAGES : 76 PAGE WITH COVER WEIGHY : 90 GRM

₹ 50/-
Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian)
Jan.-Feb. 2023

از۔شہزادۂ سیدالعلماء ،سیدملت حضرت سید نظمی میاں مارہروی علیہ الرحمہ۔

ترتیب:مولانا غلام مصطفیٰ رضوی، مالیگاؤں

حضرت سیدالعلماء کے شہزادے سرکار مفتی اعظم ہند سے اپنی عقیدت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’میرے خاندان کے بہت چہیتے شہزادے تھے (مفتی اعظم)،اور میرے خاندان کے ’’چشم و چراغ و چراغِ خاندانِ برکات‘‘ کے بیٹے تھے۔اعلیٰ حضرت کے بیٹے تھے۔‘‘ (آبروئے خاندان برکات،ص ۸،۹)

اپنی رسمِ سجادگی کے ذکر میں حضرت نظمی میاں فرماتے ہیں:

’’ابا (سیدالعلماء علیہ الرحمہ) نے اپنے وصیت نامے میں لکھا تھا کہ میرے چہلم کے دن حسنین (نظمی میاں) اپنا عمامہ،سجادگی کا عمامہ وہ اپنے چچا حسن میاں (احسن العلماء علیہ الرحمہ) سے پہنیں،حسن میاں سے بندھوائیں۔تو اسی وصیت کے مطابق چچا میاں نے جو ہے عمامے کا ایک گھیرا باندھا اور اس کے بعد حضور مفتی اعظم ہند کے حوالے کر دیا۔کیوں کہ یہ ان ہی کا منصب تھا،سرکار مفتی اعظم کا منصب تھا......سب سے پہلی نذر بڑے بڑے جو پہلے دس روپے کے نوٹ آتے تھے،وہ پانچ نوٹ مفتی اعظم قبلہ نے ایک لفافے میں دیے۔الحمدللہ!وہ خزانہ آج بھی میرے پاس ہے۔وہ خزانہ ہے اور میں اپنے آپ کو پتہ نہیں کتنا غنی سمجھتا ہوں،اُس لفافے کے بل بوتے پر۔وہ مجھے نذر پیش کی۔میری امی نے اُس لفافے پر اپنے ہاتھ سے لکھا ہے:’’حضور مفتی اعظم کی نذرِ سجادگی‘‘،وہ میرے پاس اب بھی محفوظ ہے۔میں اُس میں سے کبھی نکال لیتا ہوں؛جب پیسوں کی کمی ہوتی ہے تو نکال کر پھر سے چوم کر رکھ دیتا ہوں۔تو پھر سے پیسہ بھر جاتا ہے۔یہ میرے مفتی اعظم ہند کی کرامت ہے۔‘‘ (ایضاً ص ۹،۱۰)

حضور مفتی اعظم سے متعلق نظمی میاں کے تاثرات کی جھلک دیکھیں:

’’اللہ کے ولی (مفتی اعظم) اپنی روح کی نظروں سے دیکھا کرتے ہیں۔ان کی روحانی نظریں بہت تیز ہوا کرتی ہیں...‘‘ (بریلی شریف جب)،(حضرت نظمی میاں) تشریف لے گئے تو فرمایا کہ:’’اِس وقت میری منزل مفتی اعظم ہیں...‘‘ (محبتوں کا ذکر فرماتے ہیں):

’’میں (نظمی میاں) نے ہاتھ بڑھا کے سرکار مفتی اعظم کی دست بوسی کی۔اُس کے بعد حضور مفتی اعظم نے میرے ہاتھ چومے...‘‘

بارگاہِ مفتی اعظم سے واپسی کے ضمن میں فرماتے ہیں:

’’کیا کیا لایا میں (نظمی میاں) وہاں سے یہ تو میں جانتا ہوں یا میرا اللہ جانتا ہے...‘‘۔(روحانیت اور خاندانی تعلقات کی بہاروں سے متعلق گویا ہیں):’’ان کی روحانیت کا فیض آج بھی جاری وساری ہے۔اور ان شاء اللہ جاری وساری رہے گا... وہ ایسی شخصیت ہیں،جتنے پاور فل وہ مزار شریف کے اوپر تھے،اس سے کہیں زیادہ پاور فل وہ مزار شریف کے اندر ہیں... یہ ہمارا ایمان ہے،ہمارا عقیدہ ہے... الحمدللہ رب العالمین،وہ میرے خاندان کی آبرو ہیں،آبرو ...وہ پوتی ہیں ہماری... خانقاہِ برکاتیہ کی آبرو ہیں وہ مفتی اعظم ہند قبلہ... آج جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ضرورت کیا ہے؟ ارے مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ضرورت ہم کو ہر قدم پر ہے... اگر مسلکِ اعلیٰ حضرت نہ ہو تو ہماری زندگی بیکار ہے... اگر اعلیٰ حضرت کا خاندان نہ ہوتا تو آج ہماری دُنیا میں پتہ نہیں کیا ہوتا۔‘‘ (ایضاً ص ۳۱)

اعلیٰ حضرت کے فتویٰ پر شہزادۂ سیدالعلماء حضرت نظمی صاحب کتنی سختی سے عمل کرتے تھے ملاحظہ فرمائیں:

’’جب مریدوں نے مجھ پر یہ دباؤ ڈالا کہ میں (یعنی نظمی میاں مارہرہ شریف میں مفتی اعظم ہند کے پیر و مرشد حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ کا)’’عرس نوری‘‘ منعقد کروں اور اس میں ’’سماع مع مزامیر‘‘ (مروجہ قوالی) کا بھی اہتمام کروں جو چھما میاں (سید اولاد نبی عرف چھما میاں بن سید آل نبی بن سید شاہ محمد عسکری بن سید شاہ محمد باقر بن سید شاہ اولاد رسول بن حضرت سید ستھرے میاں) کرتے تھے تو میں نے یکسر منع کر دیا کہ یہ خلاف شرع کام میں نہیں کر سکتا۔‘‘

(مضمون حضرت نظمی میاں [ترتیب محمد سلیم بریلوی] مشمولہ سیدین نمبر ۴۸۵)

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian" Printed at Raza Barqi Press, Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)